

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeesakina.page.tl
sabeesakina@gmail.com

Presented by www.ziaaraat.com

www.ziaaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

رضی اللہ عنہ

اکابر صحابہ

شہادت تینا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ فنانے کا تحقیقی جائزہ

اور

رضی اللہ عنہ

شہداء اکبر بلا پر افتراء

شہادت حسین کے بارے میں

ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ

از

شیخ الحدیث مفتی انصاری مولانا محمد عبدالرشید لدغانی مدظلہ العالی

قلمبر

ڈاکٹر محمد عابد الرحمن مدظلہ العالی

مفتیس و مندر

الرحمن ایک ڈی جی

اے ۷/۷، عظیم پوسٹ آفس، لیاقت آباد
کراچی ۷۵۹۰۰

اکابر صحابہ

شہادت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ فسانے کا تحقیقی جائزہ

سبیل سلیمہ اور

لطیف آباد، پوسٹ نمبر ۸-۷۱

شہداء اکبر بلا پرافتراء

[شہادتِ حُجین کے بارے میں
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ]

از

شیخ الحدیث محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

فائزر
ڈاکٹر محمد عبد الرحمن شمس

مؤسس و مدیر

الرحیم لکچر ہاؤس

اے ۶/۶، عظیم ٹیکو پوسٹ آفس، لیاقت آباد
کراچی ۷۵۹۰۰

ملکتہ سلطان عالمگیر

جملہ حقوق طباعت بتمام وکمال بنام الرحیم اکیڈمی محفوظ ہیں

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، اسکنگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت ادارہ کی تحریری اجازت کے بغیر نہیں کیجا سکتی ہے۔

نام کتاب اکابر صحابہؓ اور شہدائے کربلاؑ پر افتراء
مصنف محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی
ناشر ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غففر

سوس ویدیر الزحیم اکیڈمی 7/ A7 اکرام آباد اعظم نگر

لیاقت آباد کراچی = 75900 ٹیلیفون = 4913916

مطبع: قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی

طبع چہارم ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۳ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت ۵۰ روپے

ملنے کے پتے

- ✽ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ✽ درخواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ✽ مکتبہ بنوریہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ✽ مکتبہ قاسمیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ✽ مکتبہ اسحاقیہ جو نامار کیٹ کراچی
- ✽ عباسی کتب خانہ جو نامار کیٹ کراچی
- ✽ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
- ✽ مکتبہ مجیدیہ ملتان
- ✽ مکتبہ تبلیغ و اصلاح حیدر آباد سندھ
- ✽ امداد اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ
- ✽ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ✽ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ✽ مکتبہ رشیدیہ کوسٹہ بلوچستان
- ✽ مکتبہ اسلامیہ کوسٹہ بلوچستان



فرہست مضامین

- ۷ عرض ناشرین
- ۱۶ حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر فتنہ عظیم
- ۱۶ ملاحدہ باطنیہ
- ۱۷ شیعہ اثنائ عشریہ
- ۱۸ مجلس عثمان غنیؓ کا تعارف
- ۱۸ مجلس کا شائع کردہ پہلا کتابچہ
- ۱۸ اکابر صحابہؓ پر تہمت طرازیوں
- ۱۹ کتابچے کے اقتباسات
- ۲۰ قیامت صغریٰ
- ۲۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر افتراء
- ۲۱ حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیر پر افتراء
- ۲۱ مروان کی مداحی
- ۲۲ ناصبیوں نے "تشنیع" طعن و تشنیع
- ۲۲ حضرت علیؓ کی خلافت پر طعن و تشنیع
- ۲۳ بنو ہاشم پر افتراء
- ۲۴ حضرت عمار پر افتراء
- ۲۵ خود ساختہ سازش
- ۲۶ شہادت فاروق اعظمؓ کے متعلق غلط بیانی
- ۲۶ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور اکابر صحابہؓ کا گھناؤنا کردار پیش کرنا
- ۲۷ فاروق اعظمؓ کے قتل کا الزام حضرت علیؓ پر

- ۲۸ کتابچہ کی مفترأت پر بحث کا آغاز
- ۲۸ عہد رسالت اور عہد شخصین پر نظر
- ۲۸ حضرت علیؓ پر افتر پردازیوں کے جوابات
- ۲۹ اکابر صحابہؓ پر الزام تراشیوں کا جوابات
- ۳۲ دفاع عثمانؓ میں حضرت حسنؓ اور دیگر اکابر کا زخمی ہونا
- ۳۳ محمدؐ بن ابوبکرؓ کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ
- ۳۳ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کے واقعہ کی حقیقت
- ۳۸ بنی ہاشم کی طرف حضرت عثمانؓ کا مال و اسباب لوٹنے کی تردید
- ۳۹ حضرت علیؓ کے خلیفہ برحق ہونے سے انکار
- ۴۰ کتابچہ کے فرضی مآخذ کی تفصیل
- ۴۱ شجاعت مروان کا دلچسپ افسانہ
- ۴۱ کتب اہل سنت میں مروان کے عزازات
- ۴۳ محاصرہ حضرت عثمانؓ کا اصل سبب مروان تھا
- ۴۳ ناصبیوں کے پختن
- ۴۳ صحابی رسول ﷺ عمر و بن حنظلہ کے قتل عثمانؓ کا غلط الزام
- ۴۴ حضرت عثمانؓ کے قتل میں کسی صحابی کی شرکت ثابت نہیں
- ۴۵ مجلس عثمانؓ غمی کی ”تک بندی“
- ۴۸ اکابر صحابہؓ کو یہودی ٹھہرانا
- ۴۸ اس کتابچہ کی تلخیص
- ۴۹ تلخیص اور اصل کا فرق
- ۴۹ تاریخی تضاد



- ۵۰ ﴿سید الشہداء﴾ اور ”امام مظلوم“ ﴿﴾
- ۵۰ ﴿حضرت علیؑ کی خلافت سے انکار﴾
- ۵۱ نادانوں کا روافض کی ضد میں صحابہؓ کی توہین کرنا ﴿﴾
- ۵۱ روافض و نواصب کا توہین صحابہؓ میں ایک حکم ﴿﴾
- ۵۲ مجلس عثمان غنی کا روافض کی لے میں لے ملانا ﴿﴾
- ۵۲ ﴿حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام سے نکالنے کی کوشش﴾
- ۵۳ دور حاضر کے ملحدین کا طریقہ کار ﴿﴾
- ۵۳ دوبارہ غور کی دعوت ﴿﴾
- ﴿صحابہ کرامؓ کے بارے میں عقائد اہل سنت کی تفصیل﴾
- ۵۴ ﴿حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قلم سے﴾
- ۵۷ نواصب کون ہیں ﴿﴾
- ۵۷ نواصب کا خاتمہ ﴿﴾
- ۵۸ برصغیر میں ناصیت کی تجریر ﴿﴾
- ۵۸ مجلس عثمان غنی کا تعارف اور پروگرام ﴿﴾
- ۶۱ خود ساختہ ”داستان کربلا“ ﴿﴾
- ۶۸ اس داستان کے پہلے جھوٹ کی تنقیح ﴿﴾
- ۷۶ داستان گو کی حساب دانی ﴿﴾
- ۷۷ دوسری جھوٹ کی تنقیح ﴿﴾
- ۸۶ تیسری جھوٹ کی تنقیح ﴿﴾
- ۹۴ ظلم کا انجام ﴿﴾
- ۹۷ اموال کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا ﴿﴾



- ۹۸ داستان گو کا حضرت زبیرؓ پر افتراء
- ۱۰۶ یزید کی برأت کے سلسلے میں داستان سرائی
- ۱۰۷ خاندان حسینی کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ
- ۱۰۸ یزید کی جانشینی کی نرالی توجیہ
- ۱۱۰ بنی ہاشم پر افتراء
- ۱۱۶ حضرت حسینؓ کے بارے میں افسانہ تراشی
- ۱۱۹ حضرت حسین کو مطعون کرنا
- ۱۲۵ کتاب کا غلط حوالہ
- ۱۲۶ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت سلیمان بن صہیر طعن
- ۱۲۹ داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر
- ۱۳۱ حضرت علیؓ و حسینؓ کی تحقیر و توہین
- ۱۳۲ ایک نئی دریافت
- ۱۳۳ حضرت حسن کے بارے میں داستان سرائی
- ۱۳۶ حضرت حسینؓ کی تحقیق
- ۱۳۸ قاتلان عثمانؓ کے بارے میں ضروری تحقیق
- ۱۴۳ شیعہ مخلصین کو مل ہیں
- ۱۵۱ حضرت حسینؓ کے بارے میں افتراء پر دازی
- جن لوگوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی ان کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ
- ۱۵۲
- ۱۵۳ نواصب تقیہ سے باز آئیں
- ۱۵۵ یزید کے کرکوت حدیث کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس نازک وقت اور خطرناک ترین دور میں اہل سنت جس صورت حال سے غیر شعوری طور پر دوچار ہوتے جا رہے ہیں اور جس گہری سازش کا شکار بنتے جا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اندرونِ حجاز ”حب صحابہ“ اور ”رؤیتہم“ کا لبیل لگا کر کیکال بانٹ مذہبِ اہل سنت کا تحریف شدہ ”جدید ایڈیشن“ تیار کیا جا رہا ہے ”خلافت راشدہ“ جیسی دینی اصطلاحات جس کا خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف سے مفہوم و مصداق بالکل متعین ہے۔ اس کی اصل دینی حدود کو وسیع کر کے وزن و بے اثر بنایا جا رہا ہے، حضراتِ شہداء و مشرور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابلے میں ”یرشد“ و ”مردان“ کو اعلیٰ اسرت کا حامل، پیکرِ محاسن، خادِمِ دین و ملت اور فہم و محاسن باور کرایا جا رہا ہے۔ اور حقیقت صد حقیقت کہ یہ نئی تبدیلی اور خطرناک سازش خود چند نام نہاد اہل سنت افراد ہی کے ہاتھوں انجام پا رہی ہے۔

جن پہ تمکیم تھا وہی پتے چھوڑ دینے لگے

چنانچہ نئی الوقت ملک کے طول و عرض میں غیر محدود طور پر ”ناصبیت“ کو فروغ دینے کی کوشش جاری ہے۔ ”ناصبیت“ نئے ”رفض“ ہی کی کوکھ سے جنم لیا ہے جو اس کا قدرتی ردِ علی تھا۔ صحابہ کے مقابلے میں ”رفض“ و ”ناصب“ آپس میں ایک دوسرے کے خورد و کلاں بھائی بھائی ہیں، البتہ رفض بڑے بھائی ہیں اور ناصبی چھوٹے بھائی۔

ایک مرض کا علاج دوسرے مرض کے ذریعہ کرنا عقلمندی نہیں نادانی ہے یہ خالص سہمی اور ہلاکت کا سود ہے۔ لہذا رفض کا علاج ناصبیت کے کرنا خود رفض کو اپنا نا اور بائی مذہب شیعہ عبد اللہ بن سباؓ ہودی کی روح کو شاد کرنا ہے۔ اب ذرا موجودہ دور کے ناصبیوں کی اس افتراء پر دازی پر غور فرمائیں کہ ”جملہ صحابہ کرام کے سردار حضرات خلفاء راشدین

ایک دوسرے کے حریف، اقتدار پسند اور طائب جاہ و شہرت تھے۔ چنانچہ خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے منتظر بیٹھے گھڑیاں گن رہے تھے اور جب وہ دنیا سے رحلت کر گئے تو ان کے بیٹے عبید اللہ بن عمر کو تہ تیغ کرانے میں کوشاں رہے۔ حالانکہ آپ فاروق اعظم کے مشیر خصوصی ہی نہیں بلکہ اس درجہ ان کے گرویدہ و عقیدہ مند تھے کہ جب ان کا جنازہ لایا گیا تو بے تابانہ دست بدعا تھے کہ ”لے الہ العالمین میرا اعمال نامہ بھی محض اپنے فضل سے روز قیامت ان ہیسا روشن و منور بنائے“ آپ ہی کے الفاظ ہیں۔

خیروالامت بعد نبیہا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس امت ابو بکر صدیق عمر۔ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں اور پھر عمر۔ غور فرمائیے ”حب صحابہ“ اور ”رد شیعہ“ حضرت فاروق اعظم اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو باہم مشیر و شکر باور کرانے میں مصغر ہے جو کہ امر واقعی ہے۔ یا ان کو باہم ایک دوسرے کا حریف و معاند ثابت کرنے میں جیسا کہ شیعوں اور اس دور کے ناصبیوں کا دعویٰ ہے اور جو سراسر افتراء اور خلاف واقعہ ہے۔ افسوس ہے کہ بانیان ”مجلس عثمان غنی“ اس کھلی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔ اور افتراء پر دازی و بہتان طرازی میں لگے شیعوں کی نقل اتارنے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔

دراصل شیعان علی اور بانیان ”مجلس عثمان غنی“ یعنی شیعان عثمان دونوں کا منصوبہ صحابہ میں تفریق و عناد کو ہوا دینا ہے اصل مقصد میں دونوں شریک ہیں۔ صرف شخصیتوں کو مجروح کرنے میں فرق ہے۔ روا فضی خلفاء ثلاثہ کے دشمن ہیں اور بانیان مجلس قواصب، شیعہ امویہ علی و حسنین اور ان صحابہ کے جو امیر معاویہ کے مقابلہ میں حضرت مرتضیٰ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین کو واجب الامتہ ام

اور اپنا قائد مانتے ہیں خواہ وہ انصار و مہاجرین و عشرہ مبشرہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حد ہو گئی باتیاں مجلس کی روسیاہی کی کہ وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں بھی بنی ہاشم اور حضرت علی مرتضیٰ کو ملوث کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے انتقام لے تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ گویا تہمت عائشہ میں بھی جس سے زمین و آسمان کانپ اٹھے علی حصہ دار ہیں۔ اور اگر براہ راست خود حصہ دار نہیں تو مفتری کے خاندان بنی ہاشم سے تو وابستہ ہیں ہی۔ لہذا جرم ثابت۔ گویا خاندان بنی ہاشم سے ہونا خود ایک ناقابل معافی جرم اور خطا، عظیم اور شیعیت ہے۔ حضرات علی و حسین و طلحہ و زبیر جیسے اکابر صحابہ کے بارے میں جو گھنڈاؤ فی اور من گھڑت کہانیاں ”مجلس عثمان غنی“ کے شائع کردہ اس پہلے کتابچہ میں درج ہیں اس سے ناظرین ان بد باطن تائیدیوں کے دلی کھوٹ اور زلیغ والحاد کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ مجلس سے شائع کردہ تمام کتابچوں کا یہی حال ہے کہ چاندی سونے کے ورق میں لپیٹ کر زہر کی گولیاں دی جا رہی ہیں۔ جن کے بیڑھنے اور صحیح یا ور کرنے سے آدمی خاندان رسالت سے بدظن۔ اکابر صحابہ سے بد عقیدہ اور ایمان کی حلاوت سے محروم ہو جاتا۔ اخیر میں ہم مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہ کے شکر گزار ہیں کہ مولانا موصوف نے ہماری تحریک پر اس فتنہ کے قلع و قمع کے لئے قلم اٹھایا۔ اور قیمتی مقالہ لکھ کر اس مجلس کے دھل و فریب کا پردہ چاک کیا جو اہل اللہ عناد و عن سائر المسلمین خیر۔

ترجمان اجداد

علی مطہر نقوی داماد ہونی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلياً و مسلماً انا بعد

عرض ناشر

بندہ مومن کی طبیعت ساری ہی برائیوں کی طرف مائل ہو سکتی ہے۔ مگر کذب اور خیانت کی طرف اس کا میلان نہیں ہوا کرتا، تصدیق اور ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ صدق و امانت اس کی فطرت میں داخل ہو۔ اور کذب اور خیانت سے اس کو طبعی نفرت ہو۔ جھوٹ بولنا، دغا بازی، یہ منافق کا شیوہ ہے مسلمان کا نہیں۔

”رفض“ اور ”ناعصیت“ یہ دو ایسی بدعتیں ہیں جن کی بنیاد ہی کذب اور دروغ گوئی پر قائم ہے۔ غضب خدا کا تصور تو کیجئے ”رافضی“ اور ”ناعصبی“ یہ دونوں فرقے ”خیر امت“ کے افضل ترین افراد کے بارے میں جن کے جنتی ہونے کی زبان رسالت نے شہادت دی ہے اور جن کی ”سنا و صفت“ خود قرآن پاک میں جابجا مذکور ہے کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اور کیسی کیسی افترا پردازی اور بہتان طرزی کرتے ہیں۔ رافضی، حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان ذی النہدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہتے ہیں کہ :- ”العیاذ باللہ ان سے بیعت کر کے والے مسلمان نہیں منافقین تھے انہوں نے ہی انکو اپنا خلیفہ اور امام بنایا تھا اور ان تینوں حضرات نے تحت خلافت پر زبردستی قبضہ جما لیا تھا ورنہ

خلافتِ تیسراصل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا اور وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل تھے۔ یہ لوگ ان حضرات ثلاثہ اور ان سے بنو ثنی بیعت کرنے والے تمام اصحاب کرام کو سرے سے مومن ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان سب کو منافق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس جھوٹ کو سچ باور کرنے سے بچائے آمین۔

اسی طرح ”ناصبی“ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں ان کو سبائیوں نے امام بنایا تھا انھوں نے ہی ان سے بیعت کر کے ان کو خلیفہ کیا اور دوسروں سے بھی زبردستی ان کی خلافت کی بیعت لی۔ یاد رہے سبائیوں کا سربراہ عبد اللہ بن سبا، ایک یہودی منافق تھا جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے بظاہر اسلام کا دم بھرتا تھا۔ ناصبیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت منعقد نہیں ہوئی، بلکہ ان کا دور حکمرانی ہنگامہ پروردی اور فتنہ و فساد کا دور تھا جس میں ہر طرف مسلمانوں کے خون کی ارزانی تھی، خلافت راشدہ کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد دوبارہ اس وقت شروع ہوا جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا، ان کا بیٹا یزید بھی خلیفہ راشد تھا مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبائیوں کے درغلانے میں آکر خلیفہ برحق یزید کے خلاف بغاوت کر دی۔ آخر اپنے کئے کی منزا کو پہنچے، حرہ میں جن صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قتل عام ہوا وہ بھی سب باغی تھے جو یزیدی فوج کے ہاتھوں اپنے کفر کو دار کو پہنچے، اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی بغول

ان ناصبیوں کے خلیفہ راشد یزید علیہ ما علیہ کے "محمد بنی الحرم" یعنی حرم الہی میں الحاد کے داعی تھے اس لیے مجبوراً یزید کو فوج بھیج کر حرم کعبہ کا محاصرہ کرنا پڑا، غرض ان ناصبیوں کے نزدیک یزید کے سب اقدام برحق تھے اور اس کے خلاف جس نے بھی صدائے حق بلند کی وہ حق پرست تھا۔

اسلامی تاریخ چوتھ ان جھوٹوں کا ساتھ نہیں دیتی اس لیے ان کو اب خود تاریخ گڑھنی پڑ رہی ہے۔ موجودہ دور میں اس دجل و فریب اور کذب و دروغ کی ابتدا تو محمد امجد عباسی نے خلافت معاویہ و یزید "کلمہ کر کے مٹی لیکن بعد کو کیونسٹ لھوں اور منکون حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس میں خاطر خواہ اضافہ کرنا شروع کر دیا، منکون حدیث تو در اول یعنی صحابہ کی تاریخ کو بے اعتبار قرار دے کر حدیث و روایت سے اعتماد اٹھانے لگے ہیں اور کیونسٹ لھوں کا مقصد یہ ہے کہ اہل قبلہ میں اشتعال پیدا کر کے قتل و قتال کا ایسا بازار گرم کیا جائے کہ پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بچ جائے جس طرح کہ دشمنوں نے صوبائی تعصب کو ہوا دے کر مشرقی پاکستان میں کیا تھا۔

اس وقت ناصبیت کے پرچار کے لیے کراچی اور پنجاب دونوں جگہ مسلسل کام ہو رہا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس فتنہ کی لپیٹ میں عربی مدارس بھی آ رہے ہیں، یونیورسٹی اور کالج کے شعبہ تاریخ کے اساتذہ بھی اور بعض عوامی واعظ بھی، اس فتنہ کی زد میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو عربی نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں وہ اصل عربی مآخذوں سے رجوع نہیں کرتے تاکہ جھوٹ سچ معلوم ہو کر اصل حقیقت سامنے آجائے۔

اسی جھوٹے پرچار کا ایک ادارہ ”مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے نام سے کراچی میں قائم ہے جو آٹے دن کوئی نہ کوئی کتابچہ چھاپ کر مسلمانوں میں شائع کرتا رہتا ہے جس کو پڑھ کر سادہ لوح عوام گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس مجلس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ پر جس کا نام ہے ”حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کیوں اور کیسے؟“ مفصل تنقید اکابر صحابہؓ پر بہتان کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

پیش نظر کتاب ”شہدائے کربلاؓ پر افتراء“ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا علمی و تحقیقی جائزہ ہے۔ جس کا نام ہے ”داستان کربلا خاتمی کے آئینے میں“ ان دونوں کتابچوں کے مرتب مجلس مذکور کے مشہور داستان گو ڈاکٹر احمد حسین کمال ہیں جو کسی زمانے میں ”جمیہ علماء اسلام“ کے ہفت روزہ جریدہ ترجمان اسلام کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ اسی مجلس کا پانچواں کتابچہ ”عادتہ کربلا“ کے نام سے مکرر طبع ہو چکا ہے۔ جس کا طرزِ بیاں ”داستان کربلا“ سے بھی زیادہ زہر لایا اور گستاخانہ ہے اور اس میں خوب دل کھول کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر چوٹیں کی گئی ہیں ایک سلطان کیلے جو صحابہ کرام اور اہل بیت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت سے واقف ہو صبر و تحمل کے ساتھ اس کا بڑھنا بھی دشوار ہے اور اس کے مطابق سے جو ذہنی اذیت اور کوفت ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو جذبہ ایمانی سے سرشار ہو اس کے باوجود مولوی محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی اس کند بچہ کے بارے میں یہ فہمائش ہے کہ۔

”مولانا ابوالحسن محمد عظیم الدین صاحب کا رسالہ ”عادتہ کربلا“

لے پہلے یہ تنقید ”نامی سازش“ کے نام سے طبع ہوئی ہے۔

میں نے دیکھا ہے، مثلاً اللہ بہت مفید اور نافع ہے
اہل سنت کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ سبائی دروغ
بانیوں نے جو ظلم تیار کیا ہے وہ شکست ہو اور ان کی آنکھیں
کھلیں فقط

احقر محمد اسحاق صدیقی عفا اللہ عنہ
۲۶ صفر ۱۳۹۵ھ - ۹ مارچ ۱۹۷۵ء

”حادثہ کر بلا“ اسی ”داستان کر بلا“ کا خلاصہ ہے اور اسی جھوٹ
کو اس میں بھی مزید لے کر دوہرایا گیا ہے اور سند کے لیے پھر مجلس ہی
کے ”داستان کو“ کا نام بایں الفاظ پیش کر دیا ہے۔

”برصغیر کے معروف اہل قلم، تاریخ آسکار ڈاکٹر

احمد حسین کمال کہتے ہیں (ص ۱۵ طبع اول و ص ۱۷ طبع ثانی)

”حادثہ کر بلا“ طبع اول پر مولوی محمد اسحاق صدیقی سند بیوی کے ارشاد
گرامی کے بعد ”پیش لفظ“ ڈاکٹر احمد حسین کمال کے قلم سے شائع ہوا ہے
جس میں مجلس کے داستان کو صاحب لے مرتب رسالہ کے گن گائے
ہیں۔ گویا وہی مضمون ہے :-

من ترا حاجی گویم تو مرا حاجی گویم

رسالہ ”شہداء کر بلا پر افتراء“ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ
ان دونوں کتابچوں کے زہر کا تریاق ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی
سے امید ہے کہ جو بھی اس رسالہ کو بنظر انصاف پڑھے گا اس پر تحقیقت
حاصل آشکارا ہو جائے گی۔ اس رسالہ کے مصنف مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

صاحب مظلہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، ملک کا اعلیٰ طبقہ ان سے بخوبی واقف ہے۔

اس رسالہ کو لکھے ہوئے اگرچہ چار سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا مگر اس کی طباعت کی نوبت اب تک نہ آ سکی۔ پہلے اس مقالہ کو ایک مذہبی ماہنامہ میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ مدیر ماہنامہ نے کچھ عرصہ اس کو اپنے پاس اشاعت کے خیال سے رکھا مگر بعد کو مروان دیزید سے تعلق خاطر کی بنا پر اپنے دوستوں کے مشورہ پر اس کی اشاعت کی ہمت نہ کر سکے۔ مسودہ واپس ہوا تو ایک ناشر صاحب نے مدت تک اس کو اپنے پاس دبا رکھا آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل سے ان سے برآمد ہوا اور حق تبارک و تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ اس کی اشاعت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔
امید ان خیر میں اس حقیر کی کوشش کی بدولت مصنف و ناشر اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب کی شفاعت کا مستحق بنائے۔ آمین

ناظرین کرام سے صرف اتنی استدعا ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد اگر ان کو اس کے مضمون سے اتفاق ہو تو اس کی اشاعت و خرید میں سرگرمی دکھائیں تاکہ ”دردِ نا مصیبت“ کے کام کو آگے جاری رکھا جاسکے۔
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

ناچیز

منظف لطیف عفی عنہ

بہارِ شعبہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

۱۶۸۳۲۲
لیج چارم ۱۴۲۲ھ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر فتنہ عظیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا
عدوان الا على الظالمين والصلاة والسلام
على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى اله الطاهرين
واصحابه الطيبين

اما بعد۔ برصغیر پاک و ہند میں روافض کا وجود زمانہ قدیم سے ہے ایک زمانہ میں ملاحدہ باطنیہ نے ملتان میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ملت کے بطل جلیل سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کو کہ انھوں نے ملتان سے ان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے باطنی شیعوں کا قلع قمع کیا تاہم ان قرامطہ ملاحدہ کی یادگار آغا خانی اور بہمان الدین کی جماعت سے وابستہ باطنی شیعہ اب بھی ہندو پاک کے مختلف شہروں میں جا بجا کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ملاحدہ باطنیہ بالاتفاق غیر مسلم ہیں۔ یہ اپنے ائمہ کو نعوذ باللہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل سمجھتے ہیں۔ صحابہ اور دین کے دشمن ہیں۔ قرآن و شریعت کو معطل کر دینے کا اپنے ائمہ کو خدا پر سمجھتے ہیں چنانچہ آغا خانیوں نے تو آجکل دین و شریعت کو بالکل معطل کر ہی رکھا ہے۔

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدا کے حلول کرنے کے بھی قائل ہیں۔

”شیعہ اثنا عشری“ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی ”دکن“ میں اقتدار حاصل کر کے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مجاہد کبیر محمدی الدین اور تنگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں ”دکن“ کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر لیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں ایران سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ اثنا عشریہ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ اودھ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہو گئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر رافضی کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ کرام سے تبری و بیزاری ان کے بھی دین کا جز ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے۔ لَيَغْظِيَهُمُ الْكُفَّارُ۔

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امر و ہوی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کریم اللہ وجہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کروادہ کشی کی گئی ہے جس طرح روافض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی اہل فریبی کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تبلیس کے کیسے کیسے خوشنما جا ل بچھائے ہیں۔

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کریم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی تنقیص و توہین میں مرہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکرین حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی دبلے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے۔ شدہ شدہ نوبت یاں جا رہی کہ اس فتنہ پر داز کی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط انداز فکر کا قارئین سے تعارف کراہنا مقصود ہے یہ مجلس کوہنگلی کراچی میں حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

”مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔“ (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے جملہ مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۳۷۱ھ کو رنگی لا کر اپنی

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی تنقیص و توہین میں مرہ آنے لگا۔ اس صورتِ حال سے منکرینِ حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی وبلے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے رشتہ شدہ نوبت بایں جاریہ کہ اس فتنہ پر دوازی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط انداز فکر کا قارئین سے تعارف کرانا مقصود ہے یہ مجلس کورنگی کراچی میں حضرت عثمان غنی کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

”مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرامؓ و ان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔“ (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے جملہ مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۲ اے ۵ کورنگی لاہور میں

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدا کے حلول کرنے کے بھی قائل ہیں۔

”شیعہ اثنا عشری“ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی ”دکن“ میں اقتدار حاصل کر کے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مجاہد کبیر محی الدین اور تنگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں ”دکن“ کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر دیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں ”ایران“ سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ ”اثنا عشریہ“ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ ”اودھ“ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہو گئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر ”افغانی“ کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبری و بیزاری ان کے بھی دین کا جز ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے: لَيَغْفِظُ بِهِمُ الْكُفَّارُ۔

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امر وہوی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کریم اللہ وجہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح دو افضل حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی ابلہ فریبی کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تبلیس کے کیسے کیسے خوشنما جا ل بچپائے ہیں۔

سے شائع ہوئی ہے۔ کتابچہ کی قیمت ایک روپیہ لکھی ہے۔ مرتب کا نام احمد حسین کمال ہے اور پتہ جمعیتہ اکاویلی۔ سی ۱۵۳۔ کورنگی ۶ کراچی مرقوم ہے۔ مطبع کا نام درج نہیں کیا گیا۔

لیکن اس کتابچہ کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنا تو کجا الٹی یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو اس طرح رنگ آمیزی کر کے بیان کیا جائے کہ جس سے حضرت عموءؓ کی شہادت کے اصل ذمہ دار تو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ قرار پائیں اور آپ کے ہر دو صاحبزادگان حضرت حسینؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور ان دونوں حضرات کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ اور دیگر حضرات اہل مدینہ رضی اللہ عنہم (جمعین) کا کردار بھی اس بارے میں گھنٹاؤں تا نظر آئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے کہ حضرت صدیقؓ، چرطوفان باندھنے اور حضرت فاروقؓ عظمیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بھی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ہی کو موردِ طعن و ملامت بنایا جائے اور اس کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر ڈالی جائے۔ اب پہلے اس خود ساختہ افسانہ کو مختصراً مرتب ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے پھر اس کے جھوٹ سچ کا خود ہی فیصلہ فرمائیے۔ مرتب کے الفاظ ہیں۔

قیامت صغریٰ

مدینہ کے ایک نرودہ کی حوصلہ افزائی پاکہ کونہ، بصرہ اور مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد پر مشتمل، شرسپندوں اور باغیوں کا گروہ اچانک مدینہ منورہ پہنچ گیا... حضرت عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کر لیا... شہر مدینہ کا رابطہ دوسرے شہروں سے کاٹ دیا۔ مدینہ میں رہنے والے کاہر حضرت علی وغیرہ خاموشی کے ساتھ نہ بے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے... اہل مدینہ کی بے وفائی و بے حسی سے کبیدہ خاطر ہو کر... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچتی بچاتی کہ معظمہ تشریف لے گئیں تاکہ مدینہ کے انور تک حالات سے... حج کے موقع پر آئے ہوئے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مطلع کر دیں کہ مدینہ میں کوئی قیامت صغریٰ برپا ہو رہی ہے باغیوں نے یہ محسوس کر کے کہ... حج پر آئے ہوئے مسلمان... کہ معظمہ سے مدینہ منورہ اگر ان باغیوں کی سرکوبی نہ کر دیں... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی، اس وقت حضرت عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے، مدینہ کے جو افراد بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ان میں حضرت علی کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین

اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ شامل تھے۔ دروازے میں جو نہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے، حضرت عثمانؓ کے داماد اور کاتب مرن تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتشزنی کی کارروائی سے روکیں، باغیوں نے مروان پر حملہ کر دیا، ابن ابی بناع نے آگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلوار نے اس کا کام سہم کر دیا، مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انہیں دھکیل کر فاطمہ بنت ادس کے مکان میں بند کر دیا۔ اور آس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کود کر کسی شریپہ حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہو گئے۔ ان شریپہوں کی قیادت حضرت علیؓ کا ایک سوتیلا بیٹا اور پروردہ محمد بن ابی بکر کر رہا تھا، اس محمد نے حضرت عثمانؓ کی پیشانی پر پیکان سے ضرب لگائی۔ اور دائرہ پکڑ کر کھینچی اس کے ایک ساتھی کنانہ بن بشر نے کان کے نچلے حصہ میں تیر مار کر حضرت عثمانؓ کے حلقے سے پار کر دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی غافقی نے لوسہ کی سلاخ سے حضرت عثمانؓ کا سر بچھاڑ دیا اور اس قرآن کو ٹھوکرا مار کر دور بھینک دیا جسے حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ اس کا تیسرا ساتھی عمرو بن حقؓ حضرت عثمانؓ کے

سینہ پر پتھر دھ کر بیٹھ گیا اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نو (۹) چمکے لگائے۔ اس کے چوتھے ساتھی سودان بن حمران مرادی نے تلوار کا ایک بھر پورا کر کے حضرت عثمان کا چراغ حیات گل کر دیا۔ یہ تھے وہ "بیخ تن ہوجنھوں نے مسلمانوں کے نلیفہ" کو.... دن دھاڑے مدینہ میں بے رحمی کے ساتھ شہید کر ڈالا.... اس خونین حادثہ کے بعد تین دن تک حضرت عثمان کی لاشیں بے گور و کفن پڑی رہی.... تین دن کے بعد مغرب اور عشاء کے درمیان رات کی تاریکی میں حضرت عثمان کے چند قریبی رشتہ دار مروان وغیرہ کوٹ کے ٹوٹے ہوئے ایک تختہ پر حضرت عثمان کی لاش ڈال کر قبرستان جنت البقیع کے ایک حصہ "حش کوکب" میں لائے زبیر ابوجہم بن حذیفہ، حسن، حکیم بن حزام، تیمار بن کریم سلمیٰ جنازے کے ہمراہ تھے۔ جبیر بن مطعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور رات کے اندھیرے میں نہایت خاموشی کے ساتھ حضرت عثمان کی میت کو دفن کر دیا۔

(ان ص ۳ تا ص ۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت

باسمعی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور مدینہ میں جتنا فساد مچا چاہتے تھے کر چکے تو اب

انہیں اس اندیشہ اور خوف نے پریشان کر ڈالا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے حج کے موقع پر خلیفہ کی امداد کے لئے ضرور اپیل کی ہوگی اور مسلمان ان کی اپیل پر لپیک کہہ کر باغیوں کی سرکوبی کے لئے دوڑ پڑیں گے اس احساس کے پیش نظر انہوں نے اپنی حفاظت کی راہ ڈھونڈنا شروع کی وہ سب کے سب حضرت علی کے گرد و پیش جمع ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت کر لیں اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ (ص ۱۰)

صفحہ ۱۰ پر ہی مؤلف نے ”شہادت عثمان غنی پر رنچ والہ کے جذبات کا عنوان قائم کیا ہے اور پھر صفحہ ۱۶ تک مختلف حضرات کے مراٹھی سے ان اشعار کا ترجمہ پیش کیا ہے جو ان کے مرثیہ کے سلسلہ میں کہے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کر کے ان کے الفاظ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

”اے بنو ہاشم اپنے بھائی کے خون آلود ہتھیار واپس دیدو“
اس کا مال نہ لو لو یہ تمہیں جائز نہیں ہے۔

”بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو“ عثمان کے قاتل اور اس کا مال کوٹنے والے یکساں مجرم ہیں۔“ (ص ۱۵)

اور نائلہ بنت قرافہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام جو خط لکھا تھا اس میں تحریر تھا کہ

”مدینہ والوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر کے مکان میں ہر ہر چیز کا داخلہ بند کر دیا۔ حتیٰ کہ پانی تک نہ آنے دیا“ (ص ۱۱۵) اور یہ بھی کہ

”اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر کر رہے تھے (ص ۱۱۶) حضرت عثمان کے خلاف سازش اور شہادت

”لیکن صد ہزار افسوس کہ اسلام کے خلاف خاندان نبی ہاشم کے ایک فروانی لہب اور اس کی بیوی نے غنا دو سازشیں کلبجو بیج بویا تھا اور جس پر قرآن حکیم نے سورہ ”تبت یداً“ میں ان دونوں کو ملعون ٹھہرایا تھا۔ وہ بیج ایک پلو دے کی شکل میں مدینہ پہنچا اور پردان چڑھتا رہا اس کا پہلا نشانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی حضرت ابو بکر کی بیماری بیٹی اور امت کی محترم ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنائی گئیں۔ اور ان پر مخ لگوں سازشیوں نے تہمت عائد کی جس کی برائت خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر فرمائی۔ بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد نبی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کیا۔ اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور

بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی تھی۔ سازش نے پیر پھیلانے پر اور پیر رے نہ کالے اور حضرت عثمان کے خلاف کھل کر سامنے آ گئی جس خلیفہ نے اسلامی مملکت کو بچا یا..... لوگوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں..... اس خلیفہ کو دن دھاڑے دار الخلافہ اور دارالرسالت شہر مدینہ میں..... بھوکا اور پیاسا تڑپا کر لوہے کی سلاخوں سے مار مار کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ مدینہ میں حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے اکابر اور حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے نوجوان بنی ہاشم موجود تھے۔ کیا آسمان وزمین نے اس سے زیادہ دردناک کوئی اور منظر بھی دیکھا ہوگا؟ (ص ۳۰ و ۳۱ و ۳۲)

مرتب نے حضرت عثمان کے کارناموں کے سلسلہ میں ایک عنوان قائم کیا؟
خطرناک سازش کو ناکام بنا دیا
 اور پھر اس کے ذیل میں یہ کہانی لکھی ہے۔

”خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سازش کو ناکام بنانے کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی جس کے نتیجے میں خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت میں ایران کے وہ نو مسلم ملوث تھے جو جنگی قیدی کی

حیثیت سے مدینہ آئے۔۔۔ انھوں نے بنو ہاشم کے نوجوانوں سے ربط و مضبوط بڑھاپا ہرمزان نامی ایک ایرانی کے... کے گھر پر ایرانی نو مسلموں اور بنو ہاشم کے نوجوانوں کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا رہتا تھا اور ایک گروہ تشکیل پا گیا تھا ایک دن فجر کی نماز میں جبکہ ابھی کافی اندھیرا تھا اور حضرت عمر امامت فرما رہے تھے، اس گروہ کے ایک فرد فیر وز ابو لؤؤہ نے پیچھے سے زہر آلود خنجر سے حضرت عمر پر پے در پے قاتلانہ وار کر ڈالے اور دوسرے کئی نمازیوں کو تہید و زنجی کر دیا۔ بعد کو خود بھی خود کشتی کر لی۔ اس شخص نے جس خنجر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملے کئے وہ ہرمزان کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش کے اصل محرک کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبید اللہ نے مشقتیں ہو کر ہرمزان کو قتل کر دیا اور چند دوسرے سازشی بھی اس کی زد میں آ گئے۔ حضرت عثمان جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ... حضرت عمرؓ کے قتل کی تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا جاتا۔ بنو ہاشم اور حضرت علیؓ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کی شدید مخالفت

کی اور دوسرے تمام اصحاب رسول نے بھی اسے غلط قرار دیا۔
 تاہم حضرت عثمان نے عبید اللہ بن عمر کی طرف سے خود ”دیت“ ادا
 کر کے مقتول کے وارثین کے ساتھ صلح و صفائی کرادی لیکن بنو ہاشم
 اور حضرت علی کی طرف سے عبید اللہ بن عمر کے قتل کے بنائے پر اصرار
 جاری رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کے ہاتھ
 پر بیایغول نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہ ہی کی گئی کہ عبید اللہ
 بن عمر کو ”دیت“ پر رہا کر دیتے کا حضرت عثمان کا فیصلہ منسوخ
 کیا گیا اور عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل
 کر دینے کا حکم جاری کیا گیا۔“ (ص ۲۱ تا ص ۲۲)

مؤلف کی نظر میں خلافت عثمانی کا اصل کارنامہ ہی اس سازش کا فرو کرنا
 ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

”حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی دینی سیاسی اور تاریخی عظمت
 بجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم لیکن حضرت
 عثمان نے خلیفہ ثانی حضرت عمر کی شہادت کے جس سازش منہ
 پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور
 پر حضرت عمر کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہ کے قتل کرنے
 کے اندرونی دباؤ اور مطالبے سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے
 مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی
 تصادم میں مبتلا ہو سکتی تھی جیسا کہ واقعہ قتل حسین کے بعد ہو گئی۔“ (ص ۳۸)

یہ ہے ”مجلس عثمان غنی“ گورنگی کراچی کا پہلا کارنامہ اور بالکل نیا
اکتشاف کہ امت اسلامی اب تک جو تاریخ پڑھتی تھی وہ سراسر غلط اور
قطعاً جھوٹ ہے۔ حقیقت واقعہ وہ ہے جو اس ”مجلس“ کے نمائندے احمد حسین
کمال کو سوجھی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں
کو تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں۔ (ص ۳۱)

دور نہ نعوذ باللہ عہد رسالت اور عہد صدیقی و عہد فاروقی میں تو
کہیں ڈھونڈے سے بھی شہری آزادیوں کا دور دورہ نہیں چلتا۔
اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر جن لوگوں نے طوفان اٹھایا
تھا اس کے کمر تادھر تا منافعین مدینہ نہیں بلکہ

خاندان بنی ہاشم کے ایک فرد ابی لبب اور اس کی بیوی
لے عناد و سازش کا جو بیج بویا تھا.... وہ بیج ایک
پودے کی شکل میں مدینہ منورہ پہنچا اور پھر وہ ان چڑھتا
رہا۔ اس کا پہلا نشانہ... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنها بنائی گئیں اور ان پر مخالفوں اور سازشیوں نے
تہمت عائد کی.... بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت
کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک
حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی“ (ص ۳۰ و ۳۱)
سمجھے آپ یہ افراد بنی ہاشم ”کہہ کر کس پر چوٹ کی اور اس گھناؤنے
جرم کو کس مقدس ہستی کے دامن پر لگایا۔ تاریخ میں افراد بنی ہاشم میں سے

سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی فرد کے بارے میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو اگرچہ ان کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے ہی دن آپ نے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔ تاہم چونکہ چھ ماہ تک آپ بالکل خانہ نشین رہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ سے نڈھال اور بے جان تھیں آپ ہر وقت ان کی تسلی و دلہی میں لگے رہتے یا جمع قرآن میں مصروف رہتے تھے اور اپنی ان مصروفیات کی بنا پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشورہ میں شریک نہ ہو سکے تھے اس لئے اس خیال سے کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال فرما جانے پر پھر تجدید بیعت فرمائی تھی لیکن مجلس عثمان غنی کا یہ یقین اتنی سی بات کو بڑھا کر اس کو نزاع خلافت کا مسئلہ بناتا ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اس کا سلسلہ افک عائنہ سے ملا کر ایک طرف تو یہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کا ڈنڈا ابولہب اور عائشہ کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے مل جائے۔ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ پر طوفان اٹھانے میں خاندان نبوت افراد بنی ہاشم میں سے کسی فرد کا ذرا سا بھی تعلق نہیں یہ سب اس کی من گھڑت ہے ۲۰ دوسری طرف اسی سازش کا سلسلہ درازہ کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کا الزام بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

سر ڈالنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ ہیں۔

”بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا

کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر

بیعت نہیں کی اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک

گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔“ (ص ۱۲)

حالانکہ مدینہ میں ہرمزان یا اور دوسرے نو مسلموں کے آباد کرنے

میں نہ کسی کی کوئی سازش تھی نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کسی سازش کے

تحت عمل میں آئی تھی مگر کتابچہ میں یہی تحریر ہے کہ

”اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ

میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔ اب جبکہ

نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی

تھی۔ سازش نے پیر پھیلائے بربر بزرے نکالے اور حضرت

عثمان کے خلاف کل کر سامنے آ گئی۔“ (ص ۱۳)

حالانکہ تاریخ میں اس بات کا سرے سے کہیں وجود ہی نہیں ملتا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو سازش کی گئی تھی اس میں بنی ہاشم

کا کوئی فرد ملوث ہوا ہو۔ مگر مرتب کتابچہ کو اصرار ہے کہ

”مدینہ کے ایک گروہ کی حوصلہ افزائی پاکر کوفہ، بصرہ اور

مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد ہمتل شہر پسندوں اور باغیوں کا گروہ

اچانک مدینہ منورہ پہنچ گیا۔... حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا

محاصرہ کر لیا.... مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علیؑ وغیرہ
خاموشی کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے
گھروں میں بیٹھ رہے۔“ (ص ۴۴)

”ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مکان کے دروازے میں آگ لگا دی، اس وقت حضرت
عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے مدینہ کے جو افراد
بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے ان میں حضرت
علیؑ کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین اور حضرت طلحہؓ
اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر
شامل تھے۔“ (ص ۶)

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علیؑ
رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اصلاح حال کی کوششوں میں ذرا کمی نہیں کی۔ وہ
برابر اس سلسلہ میں سرگرم ہی رہے اور ان باغیوں کو فتنہ سامانیوں سے
باز آنے کی ہر ہر فہمائش کرتے رہے۔ سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ حضرت
عثمانؓ کی طرف سے باغیوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی سختی سے مانعیت تھی
ایسی صورت حال میں مدینہ کے رہنے والے اکابر زبانی فہمائش کے علاوہ
اور کیا کرتے۔ تاہم مزید احتیاط کی غرض سے کہ کہیں یہ مظاہرہ۔ مظاہرہ کی
حد سے آگے بڑھ کر کوئی ناگوار شکل اختیار نہ کیے ان حضرات اکابر نے
اپنے اپنے تخت جگہ کو بجن کے اسماء گرامی مرتب کے قلم سے بھی نکل گئے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر متعین کر دیا۔ مظاہرین کی تیر اندازی سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کے بھی زخم لگے ان حضرات کی مدافعت کے سبب مظاہرین کو دروازے میں گھسنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ البتہ بعض شرپند پٹروں کے مکان سے دیوار چھاند کر اوپر پہنچ گئے اور خلیفہ وقت کو شہید کر ڈالا۔ شور و غل میں جو لوگ دروازہ پر متعین تھے وہ بالا خانہ کی آواز نہ سن سکے جو اوپر جا کر مدد کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس سانحہ جانکاہ کا علم ہوا تو آپ مسجد سے نکل کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف ہی آ رہے تھے۔ آپ نے اس خیر حوث اثر کے سننے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ خدایا میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ پھر آپ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے تو جو لوگ حفاظت پر مامور تھے ان پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔ حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو مارا محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی سخت سرزنش کی کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح رونما ہوا۔ ان حضرات نے کہا ہم کیا کر سکتے تھے۔ قاتل دروازے سے نہیں گئے بلکہ مکان کی پشت سے دیوار چھاند کر اندر داخل ہوئے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود یہی لکھا جا رہا ہے کہ

”اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جو ان ہو گئی تھی۔ سازش نے پیر پھیلانے پر پیر پڑنے کا“

اور حضرت عثمان کے خلاف کھل کر سامنے آ گئی.... خلیفہ کو دن دھاڑے.... مدینہ میں.... ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ مدینہ میں حضرت علیؑ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر علیہ اکابر اور حضرت حنینؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر علیہ نوجوان بنی ہاشم موجود تھے! (ص ۳۱ و ۳۲)

مرتب کا جی چاہتا ہے کہ کسی طرح بھی ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کا داغ ان مقدس حضرات کے دامن پر لگ جائے۔ چنانچہ اس نے اسی لئے قاتلین عثمان میں محمد بن ابی بکر کا تعارف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی بجائے "حضرت علیؑ کا ایک سوتیلا بیٹا اور بہروردہ کہہ کر کرایا ہے۔ محمد بن ابی بکر کے بارے میں اتنا تو صحیح ہے کہ وہ قتل کے ارادہ سے ضرور داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دائرہ بھی پکڑی تھی، لیکن حضرت عثمان نے جب ان سے فرمایا کہ برادر زادے اگر تمہارے باپ تمہاری اس حرکت کو دیکھتے تو انہیں یہ بالکل پسند نہ آتی تو شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ انھوں نے دوسرے لوگوں کو بھی قتل سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اب معاملہ قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ جو بے کمال اس فکر میں ہو کہ

لہ حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں رقمطراز ہیں۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں پیکانوں سے وار کیا وہ آپ کے حلق میں اتر گئے حالانکہ صحیح یہ ہے (بقیہ صفحہ ۳۴)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریک ٹھہرائے (چنانچہ اسی غرض سے اس نے عبید اللہ بن عمر کی داستان مزے لے لے کر بیان کی ہے) اس سے کس امر میں سچ بولنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

عبید اللہ بن عمر کا اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو لؤلؤہ نامی مجوسی نے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تھا، شہید کر ڈالا تو انھوں نے جوش انتقام سے بے تاب ہو کر قاتل کی کس لڑکی اور ہرمزان کو جو ایک نو مسلم ایرانی تھا اور جفینہ کو جو ایک نصرانی ذمی تھا قتل کر دیا۔ کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ قتل میں شریک تھے۔ صحابہ ہر جہان کو منع

دبقہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ ایسا کسی اور نے کیا تھا۔ محمد بن ابی بکر تو اسی وقت شرمناک واپس لوٹ گئے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ تم نے اس ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے جس کی تمہارے باپ عزت کا کرتے تھے۔ پس اتنا سننا تھا کہ ان پر حرمانت طاری ہو گئی اپنا منہ چپا کر واپس لوٹے گئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں آٹے بھی آئے لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اہل ابلی پورا ہو کر رہا۔ نقد یہ میں یوں ہی لکھا تھا۔

ویروی ان محمد بن ابی بکر طعنة بمشاقص في اذنه حتى دخنه في حلقه و

الصحيح ان الذي فعل ذلك غيره، وانه استحيى رجم حين قال له عثمان لقد

اخذت بلحمة كان الولد يكرهها فقدم من ذلك وغطى وجهه ورجع وهاجنا

حدوثه فلم يقد، وكان امر الله قد را مقدر و كان ذلك في الكتاب مسطوراً، ۱۸۵، طبع بیروت ۱۹۶۷

کہہ رہے لیکن ان کا غصہ ٹھنڈا ہونے کو نہ آیا آخر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا۔ انھوں نے بڑی خوشامد سے تلوار ان کے ہاتھ سے لی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حرکت پر ان کو سرزنش کی تو ان کے ساتھ بڑی گستاخی سے پیش آئے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ان کو اسی روز حوالات میں بند کر دیا گیا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سر پر آئے خلافت ہوئے تو آپ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا خود حضرت عثمان اور عمار مہاجرین کی رائے یہی تھی کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ بنو ہاشم

لہذا ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۰ طبع بیروت ۱۳۷۷ھ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ عبید اللہؓ کو حوالات میں بند کر دیا جائے تاکہ آپ کے بعد جو شخص خلیفہ ہو وہ ان کے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کر سکے۔

وقد كان من قبل امر بجمعته ليحكوفه الخليفة من بعد (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۳۸)
لہذا طبقات ابن سعدؒ میں ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مہاجرین و انصار کو طلب کر کے فرمایا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں جس نے وہیں میں یہ رشتہ برپا کر دیا ہے مشورہ دیجئے تو سب مہاجرین یک زبان ہو کر عبید اللہؓ کے قتل کر لیتے سلسلہ میں حضرت عثمان کی تائید کرتے لگے۔

فلما استخلف عثمان دعا المهاجرين والانصار فقال اشيروا
على في قتل هذا الرجل الذي فتق في الدين ما فتق ،
فاتفق المهاجرون على كلمة واحدة يشايعون عثمان على قتله
(ج ۳ ص ۳۵۶)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات سے میں کچھ تخصیص نہیں مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش سے قصاص کی بجائے "دیت" پر معاملہ طے ہو کر قضیہ رفع دفع ہو گیا اور یہ بالکل غلط ہے جو اس کتابچہ میں درج ہے کہ

"جب حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر باغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہی کی گئی کہ عبید اللہ بن عمر کو دیت پر رہا کر دینے کا حضرت عثمانؓ کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دیئے کا حکم جاری کیا گیا۔ (ص ۲۴)

اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ

حضرت عثمانؓ جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے عظیم سربراہ اور محمد رسول اللہؐ کے خاص صحابی حضرت عمرؓ کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا

لے حافظ ابن تیمیہؒ "منہاج السنہ" میں فرماتے ہیں

کاش مجھے (کہیں سے) یہ پتہ چل جاتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کب عبید اللہ کے قتل کا ارادہ کیا؟ اور کب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے قتل پر قابو ملا؟ اور کب ان کو اتنی فرصت ملی کہ وہ عبید اللہ کے معاملہ پر غور کرتے؟

یالیت شعری متی عزم علی قتل عبید اللہ، ومتی ممکن علی من قتل عبید اللہ

ومتی تقرع حتی ینظر فی امرہ (مکتبہ ۳۷ ج ۲، طبع ۱۳۲۲ھ)

جاتا بنو ہاشم اور حضرت علی کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ

بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔ (ص ۲۳)

ہرمزان وغیرہ کے بدلہ میں عبید اللہ بن عمر کے قتل کا مطالبہ بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود مہاجرین و انصار کو بلا کر ان سے مشورہ طلب کیا کہ عبید اللہ کو قصاص میں کیوں نہ قتل کر دیا جائے۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ

”بجائے اس کے کہ.... حضرت عمر کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے

اس سازش میں ملوث تمام افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ

کیا جاتا۔“ (ص ۲۳)

خود اس جھوٹ کی قلمی کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر واقعی کوئی سازش تھی اور بالفرض بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا مطالبہ کیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو انہ خود اس کی باقاعدہ تحقیق کرنا چاہیے تھی اور صحابہ کو بھی ان سے یہ مطالبہ کرنا چاہیے تھا کہ اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کی جائے۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی تحقیق نہ کریں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وقوعہ کے روند ہی اس کی تحقیق کرائی تھی کہ آپ پر حملہ کسی کی سازش کے نتیجے میں نہیں ہوا۔ ”مجلس عثمان غنی“ مگر

نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیقات پر اعتماد ہے اور نہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت کا فیصلہ تسلیم ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں“ بلکہ فرد جرم خود عبید اللہ بن عمر کے خلاف عائد کی گئی کہ انھوں نے اشتعال میں آکر خون ناحق کا ارتکاب کیا لہذا مقتول کی ”دیت“ ادا کی جاتی ہے یہ ہے اسلام کے قانون انصاف کا تقاضا جو باجماع صحابہ ہوا۔ دنیا میں ایسے انصاف کی مثالیں کم ملیں گی مگر اس ”مجلس“ پر انفسوس کہ جس نے اکابر صحابہ کرام پر افتراء پردازی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔

اسی طرح یہ بھی سراسر افتراء اور محض جھوٹ ہے جو ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے کہ

”بنی ہاشم اپنے بھانجے کے خون آلود ہتھیار واپس دید و اس کا مال نہ لوگو یہ تمہیں جائز نہیں ہے“ الخ (ص ۱۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مال و اسباب اور ہتھیار تو بڑی بات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو تمام باغیوں کے مال و اسباب لوٹنے کو بھی منع فرمایا ہے اور فقہ اسلامی کی تمام کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے قول و عمل سے اس بارے میں استدلالی جاتی ہے کہ باغیوں کے مال و اسباب قطعاً تعرض نہ کیا جائیگا اللہ تعالیٰ مفتاحوں کے شرعی مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

ظاہر ہے کہ جس ”مجلس“ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس درجہ غیظ ہو کہ وہ ہرقسم کی جھوٹی تہمت حضرت محمد ص کے سر منڈھ دینے سے ذرا باک نہ کرے

اس کے نقیب سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت موصوف کو خلیفہ برحق مانگا
محض عبث ہے اسی لئے اس کے الفاظ ہیں۔

”باغی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں
کا میاب ہو گئے تو مدینہ میں جتنا فساد وہ کرنا چاہتے تھے
کر چکے تو.... رب کے رب حضرت علی کے گرد و پیش جمع
ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت
لیں۔ اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علی کے ہاتھ پر
بیعت کریں۔ (ص ۱۰)

لیجئے قصہ ختم حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں کے بزور بتلے ہوئے
خلیفہ اور امام تھے، اہل مدینہ نے بھی مجبوراً ان سے بیعت کی۔ اہل لنتہ و
الجماعت خواہ مخواہ ان کو خلیفہ برحق جانتے ہیں کسی نے خوشی سے ان سے
بیعت ہی نہیں کی۔ یہ بات اب تیرہ سو پچاس برس کے بعد ”مجلس عثمانی“
نے اپنی پہلی سچی و کوشش سے ثابت کر دی جو

”حضرات صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے بارے میں
پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو موثر
طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام
پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے
سامنے ہے۔ (ص ۱۲)

اتنا سارا جھوٹ بولنے کے باوجود حقائق کا یہ عالم ہے کہ اس کتابچے کے مآخذ کی تفصیل

بھی دی ہے جو یہ ہے۔

قدیم مآخذ۔ الطبری، المسعودی، یعقوبی، ابن خلدون، اخبار الطوال ابو حنیفہ
دینوری، المہتید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ابوبکر محمد بن یحییٰ اشعری

جدید مآخذ۔ دائرۃ المعارف، مقالہ پروفیسر فریق بک عظیم، ریاض النضرہ حب طبری،

المحاضرات استاذ محمد خضریٰ بک۔ عثمان بن عفان محمد رضا مصری۔

لیکن جھوٹ کے پیر کہاں کیا مجال جو کسی ایک جگہ بھی کسی کتاب کا کوئی

حوالہ درج کیا ہو اور کتابوں سے مرتب کی واقفیت کا اندازہ تو اسی ایک بات
سے ہو سکتا ہے کہ وہ حب طبری کی کتاب الریاض النضرہ کو جدید مآخذ میں شمار کرتا ہے

چند دلائل اور اسے دزدے کہ یکسب چراغ دارد

اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو، اس مجلس کی شرع سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

”مجلس عثمان غنی“ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے

بلے میں جو فساد تیار کر لیا ہے، اس فساد کی ترمیم میں اس کے مرتب جناب

احمد حسین کمال نے اہل کمال یہ دکھایا ہے کہ ان اکابر صحابہ پر تو جن کا شمار امت

کے نزدیک برگزیدہ ترین ہستیوں میں ہے خوب دل کھول کر ٹخن و طہر کیا ہے۔

لیکن جس ذات شریف کی اشتعال انگیز حرکات سے یہ واقعہ حزن انگیز وقوع

پندہ ہوا۔ اس کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

”محاصرہ کے چالیسویں دن ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی

دروازے میں جوں ہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے حضرت عثمان

واما داد اور کاتب مروان تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش زنی کی کارروائی سے روکیں۔ باغیوں نے مروان پر حملہ کر دیا۔ ابن ابیہ نے لگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انھیں دھکیل کر قاطعہ بنت اوس کے مکان میں بند کر دیا۔“ (ص ۶۷)

اس امر کا تو ہمیں بھی اعتراف ہے کہ واقعی مجلس کے مدوح شیر بہادر نے اس روز بہادری خوب دکھائی تھی، مگر قدرت کی اس ستم ظریفی کا کیا علاج کہ جناب مروان نے اس روز جیسے زخم کھائے سب سے پہلے، حتیٰ کہ طرف کھائے، چنانچہ اس بہادری کے صلہ میں اسی روز سے تاریخ میں جناب کا لقب ”مضروب القفا“ پڑ گیا اور ”خط باطل“ (جھوٹ کا دھماکا) کا خطاب تو پہلے ہی سے حاصل تھا اور کیوں نہ ہو تا جناب نے اپنی ذہانت سے کارروائی ہی ایسی فرمائی تھی کہ جس سے اصلاح کی جی بنائی صورت حال بگڑ کر فوری اشتعال پیدا ہو گیا اور پھر کسی سنبھالنے نہ سنبھل سکا۔ اور آخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ ابن کثیر ”البدایہ والنہایہ“ میں رقمطراز ہیں

دمودان کان اکبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کا بڑا سبب مروان ہی تھا کیونکہ الاسیاب فی حصار اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے ایک عشیات لاتہ سر دہلی جعلی خط مہر کو روانہ کیا تھا جس میں یہ حکم تھا کہ اس وفد کو عہد جس کی گزشتہ برصغیر رسید کی گئی ہو۔

لسانہ کتاباً الى مصر قتل کردیا جائے (جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
بقتل اولئک الوقف طرف سے محمد بن ابی بکر کی سرکردگی میں مصر کی طرف ان کی
ج ۲ ص ۲۵۹) گورنری کا پروانے کر جا رہا تھا
اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

وکان کاتب السکرمین یثی مروان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کا فیصلہ نہیں
ومز تحت راس سجد قضیہ تھا آپ کی حویلی کا قضیہ جس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی،
الدار و سببہ حمزہ عثمان بن اسی کے داماد چچا۔ اسی کے سبب سے حضرت عثمان بن عفان
عقاز فیہا، ج ۲ ص ۲۵۰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی حویلی میں محصور کیا گیا۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں۔
وکان کاتب ابن عم عثمان والیہ مروان اپنے برادر عمر او حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا
الخاتم فحانہ واجلیو ابیہ کاتب تھا۔ اسی کے پاس آپ کی مہر رہتی تھی۔
علی عثمان شہ نجا ہو۔ اس نے حضرت محمدؐ کے ساتھ خیانت کی۔ چنانچہ اس کے
ج ۳ ص ۳۱۲ طبع دار المعائن سبب مخالفین لوگوں کو حضرت عثمانؓ پر حجہ حالے اور بھیج
مصر) یہ خود کچ گیا۔

لفظ "بختن" اب اردو اب میں مقدس ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس لفظ
کے سنے ہی ذہن ان پانچ مقدس ہستیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جن کے
اسماء گرامی کو حضرت ابوسعید الخدری رحمہ اللہ نے جو کبار اولیاء میں سے ہیں اور
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کے پیر طریقت ہیں اس دعا پر قطعہ
نظم فرما دیا ہے۔

یا رب محمد و علی و زہراء یا رب حسین و حسن آل عبا

از لطف بر آرجاتم در دوسرا بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

مگر اس کتابچہ کے مرتب نے محض شیعوں کی ضدیں لفظ مہینجت " کا

استعمال ان پانچ افراد کے لئے کیا ہے جنہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل بتاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱) اور پھر ان "ہی سنجتن" کے زمرہ میں

اس نے حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نام لیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں۔ چنانچہ اس کتابچہ کے الفاظ ہیں۔

"اس محمد بن ابی بکر کا تیسرا ساتھی عمرو بن حق حضرت عثمان کے

سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا، اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نوچہ کے ٹکڑے لگا دیے

حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ان تمام کتابوں میں مذکور ہے

جو صحابہ کے حالات میں مدون ہوئی ہیں مسند امام احمد بن حنبل، سنن نسائی،

سنن ابن ماجہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ان کی وہ روایتیں موجود ہیں

جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے

پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد انھوں نے ہجرت کی تھی۔

علماء محققین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق میں کسی

صحابی کی شرکت ثابت نہیں چنانچہ علامہ عبد العلی بحر العلوم فرمائی محلی "تواریخ الرحمت

شرح مسلم الثبوت" میں رقمطراز ہیں۔

أعلم أن قتل امیر المؤمنین عثمان | معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت امیر المؤمنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ من اکبر الکبائر | عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل بہت بڑے کبیرہ

فانه اما مخرج، وقد اخبر رسول الله
صلى الله عليه وعلى اله واصحابه وسلم
بأنه يقتل مظلوماً، وقد اتفق عمره
في طاعة الله تعالى ورسوله صلى الله
واله واصحابه وسلم، ولحميد خال حميد
الصحابه رضوان الله عليهم في قتله
رضوان الله عنه ولحميد رضي به احد منهم
ايضاً بل جماعة من الفساق اجتمعوا
كألاءهم رضي وقولوا ما فعلوا، وانكر
الصحابه كلهم كما ورد في الاخبار
الصالحه، قالوا اخلون في القتل
او الراضون به فاسقون البتة
لكن لم يكن فيهم واحد من الصحابة
كما صرح به غيره واحد من اهل
الحديث (ص ۲۲۲) طبع نو كشتور كشتور ۱۳۳۰

گناہوں میں سے ہے۔ کیونکہ آپ خلیفہ
برحق تھے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم نے پہلے ہی یہ خبر دیدی
تھی کہ یہ مظلوم قتل کئے جائیں گے۔ حضرت
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ساری زندگی
حق تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی طاعت میں بسر کی صحابہ
کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے
کوئی ایک شخص بھی نہ تو ان کے قتل میں شریک تھا اور نہ
ان کے قتل ہو جانے پر براہمی بلکہ فاسقوں کی
ایک ٹولی نے چوروں کی طرح اکٹھا ہو کر یہ جو
کرنا تھا کر ڈالا۔ یہ صحابہ نے جیسا کہ صحیح روایت
میں آیا ہے اس فعل شنیع پر نکیر کی پس جو لوگ
بھی آپ کے قتل میں شریک ہوئے اس پر راجی ہوئے
وہ سب یقیناً فاسق ہیں، لیکن زیادہ ہے۔

ان قاتلوں میں جیسا کہ بہت سے محدثین نے تصریح کی یہ صحابہ ہیں سے کوئی ایک نہ بھی شریک تھا۔
اس کتابچے کے صفحہ دوم پر یہ دو شعر بھی مرقوم ہیں۔

چوں محافظ مصحف خدا است غنی دین است غنی و دین پناہ است غنی
سرداو تداود دست در دست پیود حقا کہ بنائے لاله است غنی
چونکہ شیعہ حضرات اپنی مجالس میں اکثر یہ دو شعر پڑھا کرتے ہیں۔

شاہ ہست حسین! بادشاہ ہست حسین دین است حسین و دین پناہ است حسین
 سرداد و نداد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسین
 اس لئے مجلس "عثمان غنی" نے بھی شیعوں کے مقابلہ میں یہ تک بندی کی ہے
 جو سراسر جہد باقی ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے اگر "بنار لا الہ"
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت حسین رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ آخر مجلس عثمان غنی "کے اس ادعا
 اور شیعوں کے اس ادعا میں اصولاً فرق کیلئے؟ اور اگر شیعوں نے
 اس بارے میں غلو سے کام لیا ہے تو "مجلس عثمان غنی" غلو سے کب غالی رہی؟
 پھر یہ امر بتی قابل غور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 منقبت میں یہ کہنا کہ

سرداد و نداد دست در دست یہود

کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ مرتب رسالہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے خلاف جو شور و شریک برپا ہوئی اس میں حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ اور بنو ہاشم کو ملوث قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے "شہادت
 عثمان غنی پر مدح و خدایات" کے زیر عنوان مختلف مراثنی کا جو
 ترجمہ نقل کیا ہے اس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"کاش کوئی پرندہ بھی مجھے یہ خبر دیتا کہ یہ عثمان و علی کا

کیا قصہ رونما ہو گیا؟

لہ حاشیہ صفحہ ۴۵ پر ملاحظہ ہو۔

گویا مرتب کتابچہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باہمی نزاع کا نتیجہ تھا اسی طرح ولید بن عقبہ کی زبانی یہ نقل کیسا ہے کہ

”اے بنو ہاشم اپنے بھانجے (عثمان) کے ہتھیار واپس کر دو، اس کا مال نہ لوٹو، یہ تمہیں جائز نہیں ہے، بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو، عثمان کے قاتل اور اس کا مال لوٹنے والے یکساں مجرم ہیں“ (ص ۱۵)

معلوم ہوا مرتب کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال اور ہتھیار لوٹنے والے سب بنو ہاشم تھے اور وہی قیادت کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ بنو ہاشم کے سربراہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ نیز مرتب نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ نائلہ کا وہ خط بھی نقل کیا ہے جو انھوں نے جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لکھا تھا اور جس میں یہ تصریح تھی کہ

”اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عثمان بن یاسر کر رہے تھے“ (معا)

اب مجلس عثمان غنیؓ یہ بتلائے کہ اس کے خیال میں محمد بن ابی بکر حضرت

دعا فی متعلقہ صفحہ گذشتہ) ملہ حالانکہ جس شعر کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے وہ سراسر الحاقی ہے جس کو اہل شام نے محض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدنام کرنے کی غرض سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس مرثیہ میں شامل کر دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو اس الغابہ از حافظ ابن الاثیر جہری ترجمہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔)

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کیا نفوذ باللہ یسب کے سب یہودی تھے؟ جو یہ کہا جا رہا ہے کہ
مرد اور دند اور دست در دست یہود

اگر یہ سب حضرات "مجلس عثمان غنی" کے خیال میں یہودی تھے تو پھر یہ بتایا
جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کیوں نہ کیا؟ کیا
اسلام میں یہود سے جہاد کی ممانعت ہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
تو باوجود اپنے ہمراہیوں کی قلیل تعداد ہونے کے بڑی لشکر سے جہاد کیا
تھا جو اگر کافر تھے تو ظالم ضرور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
باوجود بااقتدار خلیفہ ہونے کے "مجلس عثمان غنی" کے معروفہ یہودیوں
کے خلاف جو اب یہودی نہیں بلکہ (العیاذ باللہ) مرتد ہو چکے تھے۔ کیوں
جہاد نہ کیا! آخر مجلس مذکور گمراہی میں اس حد تک کیوں آگے بڑھ گئی؟
کیا شیعوں کا انتقام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے خاندان اور متعلقین
و اصحاب سے بھی لینا ضروری ہے۔ نعوذ باللہ من المضلال والاضلال۔

زیر نظر کتابچہ "حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟"

"مجلس عثمان غنی" کو ایسا پسند آیا اور مرغوب خاطر ہوا کہ جلد ہی مجلس
اس کی تکمیل بھی "شہادت عثمان غنی" کے نام سے شائع کی، جو "افرشیار"
پیر منگ پریس کراچی میں طبع ہوئی ہے اور چھوٹی قطع کے سولہ صفحات
پر مشتمل ہے مگر اب کی بار اتنی ہوشیاری کا ثبوت دیا ہے کہ تکمیل کے
وقت یہ کوشش کی ہے کہ اصل جھوٹ بولا جائے جس کو لوگ آسانی سے

باد کر سکیں۔ اور ایسے کھلم کھلا جھوٹ اور بہتان سے احتراز کیا جائے جس کو صحیح ماننے پر کسی پھلے مانس کا ضمیر تیار نہ ہو۔ اس تلخیص اور اصل میں بس فرق ہے تو اتنا ہی ہے۔ اصل کی طرح ”تلخیص“ میں بھی ان ہی مآخذ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اصل میں

”حضرت عثمان کی بیعت خلافت کی تاریخ نومبر ۳۵ھ مطابقت

ذی الحجہ ۲۳، ہجری دو شنبہ کے دن“ (ص ۲۱)

لکھی ہے مگر ”تلخیص“ کے سرورق پر تاریخ ”آغاز خلافت ۳۵ھ محرم ۳۵ھ مرقوم ہے۔ دونوں تاریخوں میں جو کھلا تضاد ہے اس کا علاج غالباً ڈاکٹر صاحب کے ذہن رسا میں ہو گا۔

یہ ہے ”مجلس عثمان غنی“ کی پہلی کوشش کا جائزہ جس کا اشتہار ”داستان کربلا“ کے ص ۲ پر ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

مجلس حضرت عثمان غنی کی اولین پیش کش

شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

تالیف ڈاکٹر احمد حسین کمال

”تاریخ اسلام کے اس المناک سانحہ سید الشہداء امام مظلوم داماد رسول خلیفہ المبین

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس درد انگیز اور

سازشہ شہادت پر ایک محققانہ مقالہ جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ

کا اتحاد و اتفاق گم ہو کر رہ گیا۔ جس کے قصاص میں عقلت برتنے

پر برسوں خلافت کا نظام قائم رہا۔“

”سید الشہد“ اور ”امام مظلوم“ کے الفاظ شیعوں سے لئے گئے ہیں، حدیث میں ”سید الشہدار“ کے الفاظ حضرت مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد ہوئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اس اشتہار سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ ”مجلس عثمان غنی“ کے عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب خلافت پر ہی فائز نہ تھے کیونکہ

”حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص میں غفلت برتنے پر بیرون خلافت کا قضاام و رہم برہم رہا“

یہ اس مجلس کی پہلی کوشش ہے کہ جس سے آپ اہل اہل کا گناہ کے لئے کیسی خطرناک کوشش ہے جو عام مسلمانوں کے ذہن کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف سے بدظن کرنے کے لئے کی جا رہی ہے اور پھر صحابہ ہی کے نام پر کی جا رہی ہے اور سنی بن کر کی جا رہی ہے۔ ہر در و منہ حساس مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس غریب کا پردہ چاک کرے۔ دینی جراند اور مجلات کے مدیروں اور دیگر اہل سنت ارباب قلم کو بھی اس طرف توجہ کرنا چاہیے۔ اور قبل اس کے کہ یہ فتنہ عوام میں جڑ پکڑ کر برگ و بار لائے اس کا قلع قمع ہونا چاہیے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ بعض نادان مسلمان روافض کے سبب شتم اور تیرا بازی سے تنگ آکر جو ابان ہی کی روش اختیار کرنا چاہتے ہیں، روافض اگر حضرات خلفائے ثلاثہ ابو بکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے ہیں اور ان کی تحقیر و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے

توان کا بھی جی چاہتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر طعن کیا جائے
حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تحقیر کی جائے اور جن صحابہ کرام رضی
اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رہ کر باغیوں سے
جہاد کیا ہے ان پر کیمچڑا چھالی چلائے۔ اب ظاہر ہے کہ تاریخ اسلام تو
ان حضرات صحابہ کرام کے محاسن سے بھری ہوئی ہے پھر ان کے مطاعن
و مثالب کہاں سے لائے جائیں سو اس کے لئے ان نادانوں نے اپنے
پیش رو روافض کی تقلید میں جھوٹ پر کمر باندھی ہے، روافض حضرات
خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افتراء کرتے ہیں، یہ
نواصب حضرت علی، حضرات حسنین اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
پر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں
تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ روافض سے کنارہ کش رہتے ہیں اور
صحابہ کرام کے بارے میں ان کی ایک نہیں سنتے اسی طرح ان نواصب
کی بھی کسی خرافات بردہ بیان نہ دیں۔ صحابہ کرام کی تنقیص اور تحقیر کا جہاں
نکتہ تعلق ہے اس بارے میں نواصب اور روافض دونوں کا ایک ہی حکم ہے
دونوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ عام مسلمانوں کو برا بھلا کہنا
اور ان کی تحقیر کرنا درست نہیں تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
اور آپ کے جاں نثاروں اور اہل خاندان پر زبان درازی کتنی بری بات ہے
ان بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا سراسر فسق اور بیعت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ
سب مسلمانوں کو اس گناہ سے بچائے اور ان حضرات کی محبت اور عظمت

ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے آمین۔

"مجلس عثمان غنی" کی اس کوشش کو غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں یہ رفض ہی کی تائید ہے کیونکہ رافضی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے مخالف تھے۔ انھوں نے ان تینوں میں سے کسی سے بھی اپنی خوشی سے بیعت نہیں کی۔ دل سے ہمیشہ ان کے مخالف ہی رہے۔ اور ان تینوں کی خلافت کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ روافض چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلا فصل معصوم اور مفرغ من الطاعت مانتے ہیں اس لئے وہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نعوذ باللہ غاصب اور منافق سمجھتے ہیں۔

مگر حیف مجلس عثمان پر کہ اس نے بھی اس کتابچے کے ذریعہ یہی ثابت کیا ہے کہ ہاں واقعی جو کچھ وہ کہتے ہیں سچ بات ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی اس کی سادش میں شریک تھے۔ اسی سازش کے نتیجہ میں آپ نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی، اسی سازش نے ایران کے مقتوحین کا ایک گروہ پیش میں آباد کیا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا یہی سازش تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف مکمل کر سامنے آگئی اور آپ کو شہر مدینہ میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ اب خود ہی سوچئے کہ کوئی رافضی بھی اس کے زیادہ اور کیا کہے گا۔ فرق پس اتنا ہے کہ روافض اپنے زعم باطل کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مخالفت کی بنا پر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کے درپے ہیں اور "مجلس عثمان غنی" اپنے افرار کے مطابق اس مزعومہ سازش کا

ڈانڈ ابولہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے ملا کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس سازش میں شریک قرار دیکر نعوذ باللہ آپ کو اسلام سے خارج قرار دینا چاہتی ہے۔ پھر اس خرافات کا نام جو سرا سر من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ بجائے تبلیغِ تحقیقات رکھ دیا کیا دنیا میں اس سے زیادہ ظلم اور بے حیائی کی اور کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ یہ محققانہ مقالہ نہیں جھوٹا افسانہ ہے۔ موجودہ دور کے ملحدوں، کونسلڈوں اور منکرینِ حدیث نے اپنی پوری توانائیاں اس امر پر صرف کر رکھی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے عقائد سے برگشتہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ان کا پہلا اقدام یہی ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ پر ہاتھ صاف کیا جائے اور مسلمانوں کا اعتماد اس پر سے اٹھایا جائے۔ تاریخ اسلام میں جو محبوب شخصیتیں ہیں ان کو مجروح کیا جائے ان کے کردار میں طرح طرح کے کیڑے نکالے جائیں اور جو شخصیتیں نفرت کا نشان رہی ہیں ان کی عظمت جھٹائی جائے۔ ان کی خوبیاں گننائی جائیں۔ اسی غرض سے یہ لوگ مروان اور یزید کے دیوانے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی عیب چینی کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا اقدام حدیث و سیرت پر بے اعتمادی کا اظہار ہے۔ اور پھر قرآن پاک کی من مانی تاویلیں کر کے دین متین کو مسخ کرنا ہے۔ یہ سب اقدامات بتدریج کئے جاتے ہیں اور اس طرح کئے جاتے ہیں کہ عام آدمی کا ذہن قوری طور پر اس سازش کی طرف منتقل نہیں ہوتا اور وہ شروع میں اس کو ایک اصلاحی اور تحقیقی کام سمجھنے لگتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ ایک بہت بڑے فتنہ کی بنیاد ہوتی ہے جو بالآخر الحاد اور کفر دینی

پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس ناپاک کوشش کو شروع ہی میں ناکام بنا دیں تاکہ اس کے برے اثرات سادہ لوح عوام کے ذہنوں پر مرتب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان لمحدوں اور دہریہ بافوں کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین یا رب العالمین۔

مجلس کے شائع کردہ اس کتابچہ پر دوبارہ غور کیجئے۔ اول سے آخر تک پڑھ جائیے اور دیکھئے کہ کیا اس میں کہیں بھی کسی صحابی کے بارے میں پھیلائی جانے والی کسی بدگمانی اور غلط بیانی کو زائل کرنے کی کوئی ادنیٰ سی بھی کوشش کی گئی یا اس غلط ادعا کے برخلاف اس کتابچہ میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو خلق ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اٹل سنت کے نزدیک امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے افضل ترین فرد ہیں۔ الزام تراشی کی گئی ہے۔ اور حضرت زبیر و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے یعنی ان دس حضرات میں جن کو جیتے جی زبان رسالت سے جلتی ہوئے کامرودہ ملا تھا۔ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما پر جو انان جنّت کے سردار ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن طلحہ رحمہ اللہ پر طعن و طنز ہے۔ اور اس کے بعد سوچئے کہ یہ مجلس ان حضرات پر طعن و تشنیع کے ذریعہ اسلام کی کون سی قدسیت انجام دینا چاہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے ”تفہیمات الہیہ“ میں عقائد اہل السنۃ والجماعہ پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے جس میں

حضرات صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اہل حق جو عقیدہ رکھتے ہیں اس کی تفصیل ان الفاظ میں سپرد قلم فرمائی ہے

و نشهد بالجنة والخير
للعشرة المبشرة، وناطمة
و خديجة وعائشة والحسن
والحسين رضي الله عنهم
و نوقرهم ونعترف
بعظم محملهم في الاسلام
و كذا لاهل بيته
اهل بيعة الرضوان
وابوبكر الصديق امام
حق بعد رسول الله
صلى الله عليه وسلم ثم
عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم

اور ہم حضرات عشرہ مبشرہ، حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب حضرات کے حق میں ان کے حق اور برگزیدہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں، ان کی توقیر کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا بڑا درجہ ہے اس کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی طرح سے ان حضرات کے بارے میں بھی کہ جو غورہ بدر اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر خلافت نبوت کی مدت پوری ہو گئی اور اس کے بعد

۱۔ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) ابوبکر صدیق (۲) عمر فاروق (۳) عثمان ذی النورین (۴) علی مرتضیٰ (۵) ابو عبیدہ بن الجراح (۶) عبدالرحمن بن عوف (۷) طلحہ بن عبید اللہ (۸) زبیر بن العوام (۹) سعد بن ابی وقاص (۱۰) سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی فارسی شاعر نے حسب ذیل قطع میں ان حضرات کے اسماء گرامی کو نظم کر دیا ہے۔

وہ یاربہشتی احمد فطیعی
سعدت و سعید و ابو عبیدہ
ابوبکر و عمر عثمان و علی
طلحہ سمیت و زبیر و عبد الرحمن

ثَوَمَتِ الْخِلَافَةُ وَبَعْدَهُ مَلِكٌ
 عَضُوذٌ وَابُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 أَقْضَلُ لَنَا مِنْ بَعْدِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَمْرُو...
 وَكَفَّ السُّتَاعَ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ
 الْإِنْجِيلِ وَهِيَ أُمُّتُنَا وَقَادَتُنَا
 فِي الدِّينِ وَسَبْهُ حَرَامٌ وَ
 تَعْظِيمُهُ وَاجِبٌ (ج۔ افسانہ)
 طبع مجبور شکر شاہ کوہہ مجلس علمی ڈاہیل

اللہ تعالیٰ ان تمام ملحدوں اور دروغ بافوں کے شر سے کہ جو صحابہ
 کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں مسلمانوں کے ذہن کو مسموم کرنا چاہتے
 ہیں ساری امت محمدیہ کو بچائے آمین یا رب العالمین۔ وصلى الله تعالى
 على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

محترمہ صفاء الرشید نعمانی
 ۵، مفسانہ الیگز مشرق

شہداء کربلا پر افترا

شہادتِ حسینؑ کے بارے میں
ایک خود ساختہ داستان کا ٹیپہ جائزہ

از

مولانا محمد عبدالرشید نعیمی مدظلہ

قلمبر

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن حسن

مؤتیس و مدیر

الرحیمہ کتب خانہ

لے ۶/۶، عظیم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد
کراچی ۷۵۹۰۰



الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، ولا عدوان الا على
الظالمين، والصلوة والسلام على سيدنا محمد الصادق الامين
وعلى آله وصحبه اجمعين الى يوم الدين - اما بعد :-

نواصب کون ہیں ”نواصب“ ”ناصبیہ“ اور ”اہل نصب“

تاریخ میں ان لوگوں کا لقب ہے جنہوں نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ اور ان کی آل و اصحاب کے خلاف بغض و عداوت کا علم بلند کر رکھا
تھا چنانچہ علامہ زعفرانی ”اساس البلاغہ“ میں لکھتے ہیں۔

و ناصبت لفلان، عادیته ناصبا
ومنہ الناصیۃ والنواصب
داہل النصب الذین ینصبون لعلی
کرم اللہ وجہہ
ناصب لفلان کے معنی آتے ہیں میں نے
اس سے عداوت کھڑی کی، چنانچہ جو لوگ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت
رکھتے ہیں ان کو اسی بنا پر ”ناصبیہ“ ”نواصب“
اور ”اہل نصب“ کہتے ہیں۔

جس طرح روافض کا مذہب حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے
تبری و بیزاری اور ان کو طرح طرح کے مطاعن سے مطعون کرنا ہے۔ بعینہ ہی طریقہ
نواصب کا خلیفہ رافع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔

لواصب کا خاتمہ | مشرق میں جب بنی عباس کے ہاتھوں بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور ان کا آخری حکمران مروان الحمار قتل

ہو گیا، تو اس کے قتل کے ساتھ ہی اس فرقہ لواصب کا بھی جس کو ”شیعہ مروانیہ“ و ”شیعہ امویہ“ اور ”شیعہ عثمانیہ“ بھی کہا جاتا ہے خاتمہ ہو گیا۔ اور پھر دنیا ان کے ناپاک وجود سے جلد ہی پاک ہو گئی، چنانچہ علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف بالمقرئ بنی اپنی مشہور و معروف کتاب ”الخطط والاثار فی مصر والقاهرة والنیل وما يتعلق بہا من الابرار“ میں لکھتے ہیں۔

جب مروان الحمار بنی امیہ کا آخری تاجدار، قتل ہو گیا اور بنی امیہ کے ایام حکمرانی بنی عباس کے ہاتھوں ۳۲ ہجری میں ختم ہو گئے تو اصحاب مذہب مروانی کی چنگاری بھی بجھ گئی، یہ وہ لوگ تھے جو حضرت علی کو م اللہ تعالیٰ وجہ پر ہٹا اور سب و شتم کیا کرتے تھے اور جب بنی عباس کا ظہور ہوا ان کی یہ حالت ہو گئی کہ اپنے قتل سے غائف رہنے لگے اور ڈرتے رہتے کہ کہیں کسی کو ان کی اطلاع نہ ہو جائے، ہاں ایک چھوٹی سی جماعت جو ”واحیات“، ”مصر کے بالائی مغربی علاقہ وغیرہ کے اطراف میں تھی، وہ ایک مدت تک مروانی مذہب پر جمی رہی۔

فلما قتل مروان وانقضت ایام بنی امیہ بنی العباس فی سنة ثلاث وثلاثین ومائة خمدت جمرۃ اصحاب المذہب السروانی وہو الذین کافوا یسلبون علی بن ابی طالب ویتبرؤن منه، وصاروا منذ ظہر بنو العباس مخافون القتل ویخشون أن یطلع علیہم احد الا طائفة کانت بناحیة الواحات وغیرہا، فانہم اقاموا علی مذہب المروانیۃ دہراً حتی فنوا ولحق بقیہ لہما الان بدیار مصر وجود البتۃ۔

(رج ۱ ص ۳۳۸، طبع لولا فی مصر ۱۲۳۸ھ)

بالآخر وہ بھی فنا ہو گئی اور اب دیوار مصر
میں ان کا سرے سے کوئی وجود ہی باقی
نہیں۔

اور برصغیر ہند و پاک تو ان کے وجود
نامنوسود سے شروع ہی سے پاک چلا

برصغیر میں ناصیبت کی تحریک

آتا تھا، تا آنکہ حال میں محمود احمد عباسی امرہ ہوئی، لے، خلافت معاویہؓ و یزیدؓ، لکھ کر
اس فتنہ کو نئے سرے سے ہوا دی اور اس کے مہر جانے کے بعد کمیونسٹوں اور منکریں
حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر عباسی کے تبیین کی پٹیٹھو کی اور ان کو "ناصبیت"
کے شی کو فروغ دینے پر لگا دیا، چنانچہ اب مختلف ناموں سے انھیں قائم ہو گئی ہیں جن
کا کام ہی اہل سنت کو باوجود اعتدال سے ہٹانا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک ابھن "مجلس
حضرت عثمان غنیؓ" کراچی ہے جس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ پر مکمل تنقید "ناصبی سازش"
کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اور اب یہ اس مجلس کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا
مختصر سا جائزہ ہے۔

یہ کتابچہ بھی چھوٹی قطعیں پچیس صفحات کا ہے جس کا نام ہے "داستان کربلا
حقائق کے آئینہ میں" اس کے مرتب بھی وہی "احمد حسین کمال" دسی ۱۵۵، کورنگی ٹ
کراچی ۳۱) ہیں، یہ سلسلہ مطبوعات "مجلس حضرت عثمان غنیؓ" کی دوسری کڑی ہے۔

مجلس عثمان غنیؓ کا تعارف اور پروگرام
لیکن جائزہ لینے سے پہلے مجلس کا
تعارف اور پروگرام پڑھیے جو ان

لے اب اس کا نام بدل کر "اکابر صحابہ پر بہتان" کر دیا گیا ہے

الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

”مجلس حضرت عثمان غنی“ دراصل تطہیر تاریخ اور تصفیہ اذہان کی اس سرک کا نام ہے جس کے پیش نظر ان حضرات صحابہ کرام کے متعلق اغیار و اشتراک کے نامبارک باتوں مرتب کردہ تاریخی اکاذیب و اباطیل کی اصلاح اور چھان پھٹک ہے، جنہوں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کے انقلابی پروگرام کو اچھی طرح سوچ سمجھ کر قبول کیا اور پھرتی، من، دھن کا بازی لگا کر اطرافِ عالم میں اسے پھیلا دیا..... لیکن چونکہ اولین اہل قلم.....

عموماً اپنی عجمی اقوام میں سے ہوتے ہیں، جن کی شوکت و حکومت..... ان ہی مقدس صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں..... پیوند خاک ہوئیں، بناریں، اصول ٹپچنے

کھروندہ اور جذبہ انتقام کو لٹاق کی خوشنما چادر میں چھپا کر صدد اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہؓ اور عین امت کے حسین کردار و حقیقی عہد و حال پر مضمرات و مکذبات کی گہری تہیں جھگھکیں..... تاریخ

کا یہی وہ اہم گہر جی پیچیدہ موضوع ہے جسے انہیں تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ، ڈھونڈ کر حتی و انصاف، روایت و درایت کے جملہ حقوق کی رعایت رکھتے ہوئے مرتب کرنا اور مسلمان قوم کو اس پر غور و فکر اور پھر قبول کی دعوت دینا۔ ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کے پیش نظر ہے.....

جو اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں دیکھنے کے خواہاں ہیں اور اسلام کا سچا دور رکھتے ہیں ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کی اس کوشش کو کامیاب بنائیں اور صداقت کے علمبردار بن کر دنیا و آخرت میں اپنا مقام بلند کریں۔ (داستان کربلا ص ۲۰ و ۲۱)

”مجلس حضرت عثمان غنی“ نے تطہیر تاریخ اور تصفیہ اذہان کی جو مجسم چلائی ہے

اس کا ایک نمونہ تو ”اکابر صحابہ پر بہتان“ میں گزرا، اب تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجلس نے جس طرح اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں پیش کیا یا درحقیقت اسے مسخ کیا ہے اس پر نظر ڈالیے !

اس کتابچہ کا نام ”داستانِ کربلا“ حقیقت میں اسمِ ہاشمی ہے عربوں کے کلموں کی طرح ایک سچ میں سو جھوٹ کا گریہ داستانِ تیار کی گئی ہے۔ اردو ادب کے سب سے طویل افسانے ”داستانِ امیر حمزہ“ کی طویل و عریض اور ضخیم جلدیں اگر کسی کی نظر سے گزری ہیں اور اس نے نو شیریں نامہ، ہر تر نامہ، کوچک نامہ، باختر نامہ، باختر نامہ، امیر نامہ، طلسم ہوش ربا، بقیہ طلسم ہوش ربا، صندلی نامہ، تورنج نامہ، لعل نامہ، طلسم خیالِ سکندری، طلسم نو شیریں، طلسم روضۃ دار سلطانی وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے تو اس کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ اس طویل داستان میں اتنا تو سچ ہے کہ اس افسانے کے ہیروز امیر حمزہ، عمر و بنی امیہ ضمری، صدیک رب، مالک اشتر، اندلس، ابن سعدان، نو شیریں، ان، ہند چہر، افراسیاب، زمر شاہ باختری وغیرہ کا تاریخی وجود تو بے شک تھا اور ان نامہ دگان میں سے سابق چار افراد عرب سے تعلق رکھتے تھے اور بقیہ کچھ پانچ غم سے، لیکن ”داستانِ امیر حمزہ“ پڑھنے والوں میں شاید ہی کوئی ایک آدمہ اتنی ایسا ہو جو اس داستان کو صحیح سمجھتا ہو اور اس جھوٹ کو سچ ہاؤر کرتا ہو، خود لکھنؤ کے شیعہ داستان گو، محمد حسین جاہ اور صدق حسین قرنہ بھی جن کے قلم سے ”داستانِ امیر حمزہ صاحبِ قرآن“ کی طویل و ضخیم جلدیں نکلی ہیں، کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ”داستانِ امیر حمزہ صاحبِ قرآن“ کی کوئی تاریخی حیثیت بھی ہے،

مگر آفرین ہے ”مجلس عثمان غنی“ کے ارکان اور اس مجلس کے ہیروز احمد حسین کمال پر جنہوں نے اپنے جی سے گڑھ کہ ”داستانِ کربلا“ لکھی اور اس پر بعد مطراق یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ دروغ بہ فروغ ایک تاریخی حقیقت ہے اور یہ داستان

”حقائق کے آئینہ“ میں سپرد قلم کی گئی ہے، سچ ہے۔

إِذَا لَمْ تَسْتَعِجْ فَاَصْنَعْ مَا شِئْتَ ، بے حیا باشس و ہرچہ خواہی کن۔
 ”بہس عثمان غنی“ کے لیے تو واقعی یہ خوشی کا مقام ہے کہ انہوں نے یہ کتابچہ لکھ کر لکھنؤ کے شیعہ داستان گو یوں کو جھوٹ بولنے میں بھی مات کر دیا۔
 آفسیں باد بریں ہمت مردانہ تو

اب ذرا دل پکڑ کر اس داستان کو پڑھیے اور احمد حسین کمال نے داستان سرائی میں جو کمال دکھایا ہے اور افسانہ طرازی میں جس جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے اسے ملاحظہ کیجئے۔

خود ساختہ ”داستان کربلا“

”داستان کربلا“ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بث اهل المواق الى الحسين الرسل والكتب يدعونہ اليهم
 فخرج متوجهاً اليهم في اهل بيته ومستين شخصاً من اهل
 الكوفة صحبة۔ (البداية والنهاية، جزء ثامن ص ۱۵۲)
 ۶۶۔ رجب ۱۰ ص ۲۸۔ کو امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔
 رجب شہر ہجری کو امیر بنو ہاشم کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی شیعانِ شہر
 میں حضرت حسینؑ اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے
 آئے، اس وقت حضرت حسینؑ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

کوفہ میں رہنے والے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسینؑ
 مدینہ سے مکہ آکر مقیم ہو گئے ہیں تو انہوں نے آپ کے پاس کیے بعد گئے
 قاصد پر قاصد روانہ کرنے شروع کر دیے کہ آپ کو فخر تشریف لے
 آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو خلیفہ بنانا

جاتے ہیں۔

آپؐ نے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے اپنے تایازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ کیا، کوفہ میں رہنے والے شیعانِ علیؓ کے پیغامات اب بھی برابر آرہے تھے، حتیٰ کہ ساٹھ کوفیوں کا ایک وفد بہت سے خطوط لے کر آپؐ کے پاس پہنچا، شروع کی عبارت مشہور عربی تاریخ "البدایہ والنہایہ" سے ماخوذ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اہلِ عراق (کوفہ) نے حضرت حسینؓ کے پاس متعدد پیغامیں اور بکثرت خطوط بھیجے کہ آپؐ کو فہ آجائیں، چنانچہ حضرت حسینؓ اپنے اہل بیتؓ کو لے کر ساٹھ کوفیوں کی معیت میں کوفہ روانہ ہو گئے۔

منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حسینؓ مکر سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک امیرِ نزیہ کی خلافت کو قائم ہوئے ۶۷ھ جو چکے تھے اور امیرِ نزیہ کے ہاتھ پیرامو احمد اللہ بن زبیر اور کوفہ کے چند سو آدمیوں کے شام، عراق، مصر، اور عرب کے تمام مسلمان بیعت کر چکے تھے۔ اہل بیعت کو لے والوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۸۹۵۹ صحابہ کرام شامل تھے جو اس وقت حیات تھے۔

جب حضرت حسینؓ اپنے قافلہ کے ساتھ زور و دہ پہنچے تو وہاں آپؐ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں قتل ہو گئے ہیں۔ اس سانحہ کی اطلاع سے آپؐ دل برداشتہ ہوئے اور واپس مکر چلا جانا چاہا، لیکن جو ساٹھ کوفی ساتھ تھے، انہوں نے اصرار کیا کہ آپؐ ضرور کوفہ چلیں۔ مسلم بن عقیلؓ کی بات امد تھی۔ آپؐ کی حیثیت دوسری ہے، کوفہ کے شیعانِ علیؓ

آپ کا ساتھ ضرور دیں گے، موضع زُرُود، مکہ سے کوفہ جانے والے راستہ پر ”۱۸ ویں“ منزل پر واقع ہے اور مکہ سے اس منزل تک کی مسافت ۴۵۹ عربی میل ہے، مسلم بن عقیل کی وفات کی خبر سن کر اور کوفیوں کی سابقہ جے دفائیوں، غداریوں کا احساس کر کے آپ اسی مقام پر رک گئے جو کوئی آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے وہ کوفہ چلتے ہر اصرار کرتے رہے اور آپ جانے میں تردد فرماتے رہے۔

کوفہ کی حکومت کو جب آپ کے موضع زُرُود میں رک جانے کی اطلاع ملی تو صورتِ حال معلوم کرنے کیلئے عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا..... ان دونوں نے حضرت حسین سے طاقات کی اور آپ کا ارادہ اور منصوبہ معلوم کیا، آپ نے فرمایا:-

میں کوفیوں کے بلانے اور اصرار کرنے پر کوفہ آ رہا تھا، ان کے یہ سینگڑوں خطوط میرے پاس مکہ میں آئے اور متعدد قاصد بھی زبانی بینامات لاتے رہے، میں نے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو دریافتِ حال کے لیے کوفہ بھیجا تھا، ساٹھ کوئی جواب میرے ساتھ ہیں، مسلم کا خط لے کر میرے پاس آئے کہ کوفہ آجائیں، اہل کوفہ بیانی سے آپ کے منتظر ہیں، چنانچہ ان ساٹھ کوفیوں کے ساتھ میں کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا یہاں آکر معلوم ہوا کہ کوفیوں نے مسلم بن عقیل کو دھوکہ سے قتل کر دیا، اس لیے اب، میرے سامنے بھی چارہ کار رہ گیا ہے کہ شام جلا جاؤں اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنا معاملہ طے کر لوں،

عمر بن سعد نے کوفہ کے گورنر ابن زیاد کو اس صورت حال سے اور حضرت حسین کے ارادہ سے مطلع کر دیا، حبیب اللہؑ ابن زیاد نے قیامت کہہ کر منطوقی دے دی اور ساتھ ہی اختیا طاً عمر بن سعد اور شمیر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ حضرت حسین کے قافلہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا، تاکہ جو کوئی حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں وہ آگے چل کر حضرت حسین کو کسی اور راستہ کی طرف نہ لے جائیں یا کہیں اور شرارت نہ کھڑی کر دیں، تاہم یہ دستہ حسینی قافلہ سے ذرا فاصلہ پر رہ کر چلا۔

مقام ”واقصہ“ سے حضرت حسینیؑ نے کوفہ جانے والی راہ چھوڑ دی اور اب ”الخرقاء“ اور ”میشہ“ کی تنزروں سے ہوتے ہوئے دمشق کی راہ پر چل پڑے، ۹ محرم کی شب کو ”الغزیب“ اور ”قصر مہاتل“ کی منزلیں طے کر کے آپؑ نے ”الطف“ کی سرسبز و شاداب زمین میں ”کرطبہ“ کے مقام پر جہاں پانی کے چار چشمے بہتے ہیں، قیام فرمایا اسی ”کرطبہ“ کو ”کرب وبلا“ کے معنی پہنانے کے لیے کربلا بنا دیا گیا۔ ”کرطبہ“ عربی میں مرطوب جگہ کو کہتے ہیں۔

یہ بھی داستانِ سرائی کا ایک جزو ہے مگر نا جیوں کے ”امام التاریخ العباسی حجت“ لکھتے ہیں: ”ارض الطیف کے قریہ عفر کی مضافاتی زمین“ کربلا کہلاتی تھی، جو وڑوں لنگرہاں اور جھاڑ جھنگار سے صاف اور نرم و ولولم زمین تھی، نیز جو کتبہ مذکور کی فصل غلہ بکھوڑنے کے کام میں لائی جاتی تھی اور اسی بنا پر ”کربلا“ کہلاتی تھی، زعفرانیت محاربہ ویزیر ص ۲۰۵، ۲۰۶ طبع چہارم، یاد رہے تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں میں موضع ”کربلا“ کا تو ذکر آتا ہے مگر ”کرطبہ“ نامی کسی مقام یا موضع کا ذکر نہیں ملتا۔ آخر وہ داستان ہی کیا جس میں جھوٹ نہ ہو۔

گرفتار دیا نئے فرات سے جس میں ٹہیل دُور اور کوفہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ دمشق نہ جائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل شام سے جنگ کریں، آپ نے اس سے انکار کیا جسے کہ آپ نے یہاں تک فرمایا،

”افسوس تمہیں لوگ جو جنھوں نے میرے والد حضرت علیؓ کو دھوکہ دیا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسنؓ کو زخمی کیا اور مایوس بنایا اور میرے عم نادر بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ کا قتل کر دیا، سچ ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آجائے بڑا احمق ہے۔“

(بخاری، ابی یونس، طبری)

تجسس کوئی یہ سمجھ گئے کہ اب حضرت حسینؓ کا ان کے قابو میں ناسلک ہے، لیکن ان سے جدا ہونا اپنی زیادتی گرفت میں پڑ جانا ہے جو لتینا جبرت ناک سزا دے کر رہے گا۔ اپنی زیادتی کا فوجی دستہ ساتھ ہیچ! اس لیے ابی سب نے باہم صلاح و مشورہ کر کے عصر و مغرب کے درمیان گیمپ میں ہنگامہ برپا کرنے اور قافلہ حسینی کے تمام افراد کو ہلاک کر کے رات کی تاریکی میں بھاگ نکل جانے کا منصوبہ بنایا، چنانچہ عصر کی نماز کے بعد یہ سب کے سب ایک دم حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسینؓ سمیت کئی افراد کو قتل کر ڈالا، خیمہ میں شور برپا ہو گیا، کچھ عورتیں و خیر و خیمہ سے باہر نکل آئے، کچھ لوگ دفاع

اور جوانی کا روانی کرنے لگے، اس شور و غل اور ہنگامہ کی آواز و شور و محافظ
دستے نے بھی سنی، مگر شمر اور عمر بن سعید نے کیسپ کی طرف دوڑے، شام
کا جھپٹا ہو چکا تھا، ان سب نے اگرچہ تمام کو فیوں کو گھیر کر اور پکڑ کر
قتل کر ڈالا، ایک آدھری بچ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو سکا، لیکن افسوس
اسی دو ماں حضرت حسینؑ کی زخم کھا کر شہید ہو چکے تھے، ان کے صاحبزادے
علی اکبر اور عبداللہ بھی قتل ہو گئے تھے، حضرت حسن کے تین صاحبزادے
عبداللہ، قاسم، ابوبکر بھی قتل کر دیے گئے تھے، عبداللہ بن جعفر کے
لڑکے عون اور محمد بھی مارے گئے تھے اور حضرت عقیل کے چاندی لڑکے
جعفر، محمد عبدالرحمن، عبداللہ اور عبداللہ ثانی بھی مارے جا چکے تھے
یعنی جب تک عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حرث خانہ ابن علی کو
کو فیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے، اس خانہ ان کے
اکیس افراد حضرت حسین سمیت شہید کیے جا چکے تھے، مگر بھی کو فیوں
کو مارتے ہوئے ایک کو فی کے مارے قتل ہو گئے۔ یہ الناک ساتھ
باہر محرم ۱۰ صفر ہجری مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۱۰ء کے دن پیش آیا
بعض روایتوں میں ہے کہ یہ ساتھ ۱۰ صفر کو ”کر بلت“ کے بجائے
”نینوا“ کے مقام پر پیش آیا۔ بہر حال عمر بن سعد اور شمر نے خانہ ابن علی کی
نفتوں کو اکٹھا کیا، ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ
دفن کر دیا، کو فیوں کی فاشوں کو وہیں پٹا رہنے دیا۔ بلکہ دستہ بعض لوگوں
نے انھیں پامال بھی کیا، تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں، خانہ ابن علی کے

۱۔ اس نام کا کوئی تاریخی دھند نہیں۔

بچے بچے افراد خواتین کو کو ذرا آرام سے رکھا، جو لوگ زخمی ہو گئے تھے ان کا علاج کیا۔

کوفہ میں بعض شیطان علیؑ نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات کی، اپنی پھر درمیاں جتائیں، انہیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ مکہ چلے جائیں، لیکن حضرت حسینؑ کے صاحبزادے زین العابدینؑ نے جنھیں زخمی کر کے کوئی سمجھتے تھے کہ مر چکے ہیں، مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ گئے تھے، اور اب کوفہ میں ابھی زیادہ عمر ہیں سعد، اود شمر ذی البوثن کی سرپرستی و دیکھ بھال میں علاج کو ارہے تھے فرمایا،

”اے خداؤ! اے مکاروں میں ہرگز تمہارے قریب میں نہیں آؤں گا، ہرگز تمہارے قول و قرار پر اعتبار نہیں کروں گا۔“

خاندانی علیؑ کے افراد کچھ عرصہ کوفہ میں ابھی زیادہ کے وہاں رہے پھر پھر حفاظت اور آرام کے ساتھ دمشق روانہ ہو گئے، جہاں ایک مدت تک ان سب نے خلیفہ زید کے محل میں قیام کیا، امیر زید کے اہل بیت کی رعایت اور روایں اگر جو رسولؐ میں حسب سابق رہنے لگے۔

زید نے اپنے والد حضرت صادقؑ کے طریقہ کے مطابق حضرت حسینؑ صاحبزادے علیؑ المعروف زین العابدینؑ اور دوسرے افراد خاندان کے شہادتی مقرر کر دیے اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندہ بسر کرتے رہے۔

(از ص ۲ تا ص ۱۶)

یہ ہے ”مجلس حضرت عثمان غنیؓ“ یعنی حال کے ”مذہب مروانی“ کے داستان گو احمد حسین کمال کی بنائی ہوئی داستان جو ابھی آپ کی نظر سے گزری اور جس میں اس امر

کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ”شیعانِ اموی“ کے خلیفہ برحقِ یزید بن معاویہ اور اس کے ظالم گورنر عبید اللہ بن زیاد اور یزیدی لشکر کے سپہ سالار عمر بن سعد اہل حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں پیش پیش نہ بننے والے شخص شمر ذی الجوشن پر کوئی فراسی بھی آپہنچ نہ آئے ہائے، کیونکہ شیعانِ بنی امیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے خلفاء کی نیکیاں سب اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہیں اور ان کے گناہ سب معاف ہیں نیز خلیفہ وقت کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے خواہ اس کا حکم صحیح ہو یا غلط، یہ بھی واضح رہے کہ اس دور کے سب نواصب اگرچہ اسی امر میں خفت کو شاں ہیں کہ جہاں تک بن کے خلیفہ یزید کی پوری پوری تعظیم سمجھ لائی جائے اور اس کے تمام ظالم کارندوں کی ظالمانہ کاروائیوں پر نہ صرف یہ کہ پردہ ڈالا جائے بلکہ ان الزامِ مظلوموں کے سر تھوپا جائے، واقف نہ ہلائی ذمہ داری خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کے سر ڈالی جائے، آخر کے مظالم کا ذمہ وار مدینہ طیبہ کے حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو قرار دیا جائے اور مکہ معظمہ کے محاصرہ کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر الزام عائد کیا جائے اور اس کاوش میں اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو اس ہش باری اور چالاک کے ساتھ کام میں لایا جائے، کہ سادہ لوح عوام گمراہی میں پڑ جائیں اور ان کے دھوکہ اور فریب میں آکر سلفِ صالحین صحابہ و تابعین اور اہل بیت کو امراضِ اللہ عنہم احمیہیں سے بدظن ہو جائیں، لیکن نیک بھوٹ آخر چھوٹ ہی ہے اس لیے کسی نہ کسی مرحلے پر جا کر اس جھوٹ کی طغی کھل ہی جاتی ہے۔

اس داستان کے پہلے جھوٹ کی تفتیح (۱) چنانچہ احمد حسین کاندھلوی نے اسے اگرچہ حضرت حسین

رضی اللہ عنہ کا قاتل ابی سائک کو فیوں کو بتایا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت میں کہ سے چلے تھے اور راستہ بھر آپ کو درغلائے کی کوشش کرتے رہے، لیکن جب آپ ان کے درغلائے میں نہ آئے اور امیر نیرید کی بیعت کا مصمم ارادہ کر لیا تو یہ ساتھوں کوئی سمجھ گئے کہ اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے قابو میں آنا مشکل ہے اس لیے سب کے سب ملاح و مشورہ کر کے عصر کی نماز کے بعد ایک دم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کرام کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کئی افراد کو قتل کر ڈالا، عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کا محافظہ دستہ جو کاروان اہل بیت کی حفاظت کے لیے کوفہ کی حکومت نے بھیجا تھا وہ بھی اس آفت ناک گمانی سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت کو بچا سکا مگر ان "شیعہ مروانیہ" "جلس حضرت عثمان غنی" کے "امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عباسی" کا جس کے لیے یہ ناصی "رحمۃ اللہ" بھی لکھتے ہیں، یہ بیان ہے۔

۱۔ "جلس حضرت عثمان غنی" اپنے سلسلہ اشاعت کے چھٹے نمبر پر جو کتاب "عقبات النبی" کے نام سے شائع کیا ہے اس کے صفحہ ۱۵۱ پر یہی الفاظ ہیں

"امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عباسی رحمۃ اللہ"

ان کے علامہ ہونے کا تو راقم الحروف کو ذاتی تجربہ ہے، بارہا ملاقاتیں ہوئیں اور مجلس گفتگو پر پتہ چلا کہ جناب کی فارسی کی استعداد ہی ناقص ہے، عربی کا تو کیا ذکر اہل علم حضرات اگر ان کی تالیف "خلافت معاویہ و یزید" میں انھوں نے جو عربی فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا ہے اس کا جائزہ لیں تو ان "علامہ صاحب" کی ساری علمی حیثیت جیاں ہو جائے گی اور ان کی شیخ الاسلامی کی شان معلوم کرنا ہو تو ان کے جاننے والے امرہ ہر کے بہت سے احباب

”امیر عبید اللہ بن زیاد باغیانہ کو ذکی سرکوبی کی عرض سے جو کچھ کر رہے تھے وہ امن عامہ کے تحفظ کی خاطر امیر المؤمنین (یزید) کے احکام کی بجا آؤدی اور اپنے فرائض منصوصہ کی انجام دہی میں کر رہے تھے، حضرت حسینؑ کی ذات یا آپ کے اہل خاندان سے انھیں کوئی ذاتی پرغاش تھی اور نہ بغض و عداوت۔۔۔۔

غلاوہ ابنی خود امیر المؤمنین (یزید) کے فرمان میں ان کو مرتجع ہدایت تھی کہ جنگ و جدل میں اپنی طرف سے سبقت نہ کریں اور اس وقت تک تلوار نہ اٹھائیں جب تک خود ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائی جائے، وہ اس حکم کی خلاف ورزی کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔۔۔۔

عمر بن سعد بن ابی وقاصؓ کو قاتل حسینؑ کہا جاتا ہے، مادیوں کی بیانات کا آزادانہ و مورخانہ طرز پر تجزیہ کیا جائے تو یہ قول بھی کذب و افتراء ہی ثابت ہو گا۔۔۔۔۔

حکومت کے یہ دونوں ذمہ دار افسر معاملہ کو بغیر خونریزی کے صلح

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ابھی زندہ ہیں ان سے ان کی صوم و صلوة کی پابندی اور جمعہ و جماعات کے ہتھام کا حال معلوم فرمائیں نیز وہی اور قرآن کریم کے بارے میں جو وہ اظہار خیال فرماتے رہتے تھے اس کے بارے میں دریافت کریں وہ آپ کو ان کے الحاد و بلبے دینی کی تفصیل بتائیں گے۔

یہ بھی ذہنی میں رہے کہ عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ کی جب نشر و اشاعت ہوئی تھی تو وہ چینی سفارت خانے میں طازم تھے اور احمد حسینؑ کمال کی جب یہ داستان شائع ہوئی تو وہ روسی سفارت خانہ میں طازم ہیں۔

دآشتی سے نشانہا چاہتے تھے، دو قوتیں البتہ ان کے مساعی میں حاصل
اور مزاحم تھیں، ایک تو بردارانِ مسلم ہی عقل کا تہیہ کہ وہ اپنے مقول
بھائی کا اتقام لے کر رہیں گے چاہے اس میں انہیں اپنی بھی جانیں بے
دینی چڑیں۔ دوسرے ان کوئی شبائیں کا دیہ تھا جو کوفہ سے کہ
گئے تھے اور مینی قافلہ کے ساتھ آرہے تھے اپنے شن کی ناکامی سے ان
کی پذیریشی حد درجہ خراب ہو چکی تھی وہ اپنی خیر اسی میں سمجھتے تھے کہ
صلح و مصالحت نہ ہونے پائے، کیونکہ ان کے لیے اب کوئی اور صوت
مضر کی نہ تھی، کوفہ جاتے ہیں تو کثیر کردار کو پہنچتے ہیں، وشتی کا رخ
کرتے ہیں، تو مستوجبِ تہریر تھے انھوں نے اپنے پیش رو سبائیں کی تعلیم
کوئی چاہی، جنھوں نے حضرت علیؑ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ میں
مصالحت ہوتے دیکھ کر آتش جنگ شعلہ کرادی تھی..... چنانچہ ان کو نبیوں
کی ساری کوشش اب اس بات پر تھی، کہ حضرت حسینؑ اپنے سائبہ

لے عاسی صاحبِ توان کوئی شہداء کو جنھوں نے حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی نصرت میں اپنی جانیں تار کر دیں۔ سبائیں کہہ کر اسلام سے خارج کرنا چاہتے ہیں اور
”مجلسِ حضرت عثمانؓ غنی“ کا داستان گو خود انہی شہداء کو حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا قاتل قرار دینے کی فکر میں ہے۔

اے کیوں کیا حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کرنے کے بعد بھی
اپنے ساتھیوں کے لیے ایمان نہیں لے سکتے تھے؟ جس طرح کہ حضرت حسنؑ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاہدہ میں یہ طے کر لیا تھا کہ صلح
کے بعد اہل عراق پر کوئی دارو گیر نہیں ہوگی۔

موقوف پر قائم رہیں۔

حکومتِ وقت کے نمائندوں کو حضرت حسینؑ کے ساتھیوں کی ان عزائم کا حال معلوم ہو کر کہ کوفیوں کا یہ سبائی گروہ اس حالت میں بھی کہ القلاب حکومت کے بارے میں ان کا سارا پلان اور منصوبہ ہی خاک میں مل چکا تھا، مگر تحریکوں و ترغیب کی حرکتوں سے باز نہیں آتے، ضروری سمجھا گیا کہ ان لوگوں کی رہنمائی دو اینیوں کا قطعی طور سے خاتمہ کر دیا جائے، چنانچہ مسئلہ کو آئینی نزاحت دی گئی، یعنی عمر بن سعدؓ کی طاقتوں کو توہم میں حضرت حسینؑ ضعیف آباد ہو گئے کہ امیر المومنین سے بیعت کر لیں، ان سے مطالبہ ہوا کہ دمشق تشریف لے جانے سے پہلے ہی ان کے نمائندے کے ہاتھ پر بیعت کر ہیں۔

حضرت حسینؑ نے اس طرح بیعت کرنے اور ابن زیاد حاکم کو ذکا حکم ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تجھ جیسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینے سے بسترِ موت ہے۔۔۔۔۔ امیر کوفہ عبید اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا خود امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مترادف تھا آپ کے اس اعلان پر دوسرا مطالبہ مزید احتیاطیہ ہوا کہ وہ سب آلاتِ حرب اور ہتھیار جو حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں، سماعت گاہ حکومت کے حوالہ کر دیں تاکہ اس خطرہ کا بھی سدِ باب ہو جائے، جو ان کوفیوں کی ترغیباً نہ گفتگوؤں سے پیدا تھا، کہ مبادا ان کے اثر میں آکر دمشق جانے کے بارے میں اپنی رائے اسی طرح تبدیل نہ کر دیں جس طرح عامل مدینہ سے یہ فرادینے کے بعد کہ صبح جب بیعت عامہ کے لیے لوگوں کو بلانا توہم بھی موجود ہوں گے مگر حضرت ابن الزبیر سے

گنہگار کے بعد آپ اور وہ دونوں رات ہی میں مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے، حکام کوفہ کے اس مطالبہ نے برادرانِ مسلم بن عقیل کو جو پہلے ہی سے جو شہس انتقام سے مغلوب ہو رہے تھے، اشتغال کر دیا، نیز ان کو فیوں کو بھی جو حسینی قافلہ میں شامل تھے اور جنہیں صلح و مصالحت میں اپنی موت نظر آ رہی تھی، یہ موقع ہاتھ آگیا، انھوں نے اپنے پیش روؤں کی تقلید میں جنھوں نے جل کی ہوتی ہوئی صلح کو جنگ میں بدل دیا تھا، اس اشتغال کو اس شدت سے بھڑکا دیا، کہ انتہائی طاقتور اندیشی سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر جو ہتھیار رکھوانے کی غرض سے گھبرا ڈالے ہوئے تھے، اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا، آزاد مختصی و مستشرقین نے بے لگ تحقیق سے اسی بات کا اظہار کیا ہے کہ حکومت کے فوجیوں پر اس طرح اچانک حملہ سے یہ حادثہ حرقِ انگریز پیش آگیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نویس نے کہا ہے کہ، ”گورنر کو فوجی عبداللہ بن زیاد کو زید نے حکم دیا تھا کہ حسینی قافلہ کے ہتھیار لے لینے کی تدبیر کرے اور صبح پھر اتر میں ان کو داخل ہوئے اور جھگڑا اور انتشار پھیلانے سے باز رکھے، کوفہ کے شیعیان علی میں سے کوئی بھی مرد کو کھرانہ ہوا، حسینی اور ان کے مٹھی بھڑکیں نے اپنے سے بد بھلا طاقتور فوجی دستہ پر جہاں سے ہتھیار رکھوالینے کو بھیجا لیا تھا، غیر مال اندیشانہ طور سے حملہ کر دیا (ص ۱۱۶)“

لے جن کے کہے پر عباسی صاحب کا ایمان ہے۔

عمر بن سعد امیر عسکر نے... کوئی جارحانہ اقدام مطلق نہیں کیا تھا، انکے زیر ہدایت فوجی دستہ کے سپاہی مدافعاہ پہلو ہتھارتے رہے یہ منظر کیا ہی دردناک تھا کہ لنگھوئے مصالحت یکا یک جدال قتال میں بدل گئی.....

حضرت حسینؑ کے مقتول ہو جانے پر ابن سعد پر رونا اور صد سے ایسی رقت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہرگز زار و قطار رونے لگے....

انہوں نے مفاد ملت کی خاطر ہتھیری کوشش کی کہ خون خرابہ نہ ہونے یا نئے مگر سپاہیوں کی در انداز یوں سے ان کی مسائی ناکام ہو گئیں لیکن تلوار چل جانے پر بھی اپنے سپاہیوں کو مدافعت ہی کے پہلو پر قائم رکھا جس کا بین ثبوت محمود انہی اویلوں کے

بیان سے ظاہر ہے جہاں انہوں نے طرفین کے مقتولین کی تعداد بیان کی ہے کہ حسینی قافلہ کے بہتر مقتول ہوئے، جن میں اکثر و بیشتر جنگ آزمودہ نہ تھے اور فوجی دستے کے جنگ آزمودہ سپاہی اٹھاسی مارے گئے، گویا سولہ فوجی زیادہ گوا کر بھی وہ حضرت حسینؑ کی جان بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور زار و قطار رونے لگے، پھر انہوں نے حضرت حسینؑ کے اہل خاندان کو ان کی بیبیوں، کینروں اور دوسری خواتین خاندان نبوت کو عزت و حرمت کے ساتھ پرو دار عملوں میں سوار کر کے روانہ کیا۔

(لاحظہ ہو "خلافت معاویہ دینیہ" مؤلفہ محمود احمد عباسی)

طبع چہارم (ص ۲۳۶ تا ص ۲۴۱)

شیعان اموی ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کے ”امام التاریخ“ کا بیان ایک بار پھر پڑھ لیجئے کہ انہیوں کے یہ امام صاحب کیا فرماتے ہیں، ان کی تحقیق میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اہل بیت، اور ان ساٹھ کوئی حضرات کا جو حضرت مدوح کی ہمت میں مکہ سے کربلا تک آئے تھے، قاتل تو عمر بن سعد کا فوجی دستہ ہی تھا، گو یہ عادتہ حزن انگیز اس لیے پیش آیا کہ خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اشتعال میں آکر اس فوجی دستہ پر جو ہمتیار رکھوالے کی غرض سے ان کا گھبرا ڈالے ہوئے تھے، اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا، عمر بن سعد نے پھر بھی مافحانہ جنگ کی کہ اپنی فوج کے سولہ افراد زیادہ کٹوا دیے اور اس طرح بزدلی و دستہ فوج کے اٹھاٹی آدمی کام آئے، ورنہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاروان میں عباسی کے خیال میں کوئی بہادر اور جنگ آزمودہ سپاہی تھا ہی کہاں! عمر بن سعد اگر خود اقدام کرتا تو جو شجاعان عرب اس کے ساتھ تھے آٹا فائیں جیسی قاتل کے بہتر نفوس کا سر خاکم کر دیتے اور اس کے دستہ فوج کو ایک متنفس کا بھی نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔ مگر ”مجلس شیعان عثمان“ کے داستانوں کو نے جو داستان بیان کی ہے وہ امام التاریخ کے بیان کہ وہ افسانہ سے بالکل جدا ہے، اس میں مذکور ہے کہ عمر بن سعد کا دستہ فوج تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت پر آمادہ تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرے سے جنگ ہی نہیں کی، بلکہ یہ تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو ان کو فیوں کے ہاتھ سے بچانے کے لیے آیا تھا، مگر افسوس کہ اس دستہ فوج کے پہنچتے پہنچتے آپ کو قتل کر ڈالا گیا اور عمر بن سعد کف افسوس ل کر رہ گیا آخر زبردی فوج نے گھیر کھیر کر ان سب قاتلان حسین کا کام تمام کر دیا۔

بہیں تفاوت رہ از کجا است تا کجا

ہمارے نزدیک تو نا جیوں کے امام صاحب اور مجلس کے داستان گو دونوں ہی فناء طرازی اور داستان گوئی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اس لیے ان سے سچ بولنے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ فرق ہے تو بس اتنا کہ نا جیوں کے شیخ الاسلام عباسی صاحب نے اپنے پیش رو مستشرقین یہود و نصاریٰ ضالین و مضبوطین کی اتباع میں یہ بیان دیا ہے جن کو وہ آزاد اور بے لاگ محقق مانتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس بات کو چھپایا بھی نہیں ہے بلکہ اپنے بیان کے ثبوت میں ”انسائیکلو پیڈیا آف اسلام“ کے مقالہ نویس کا حوالہ دے کر اس کو صاف ظاہر بھی کر دیا ہے، لیکن مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے داستان گو کا سارا بیان خاندان ساز و طبعی زاد ہے۔ بہر حال اب شیعہ ابن امویؓ ”مجلس عثمان غنی“ کو چاہیے کہ اپنے نام ابراہیمی مجلس کا اجلاس طلب کر کے پہلے یہ طے کریں کہ ان کے امام صاحب اور ”داستان گو“ دونوں میں سے کس کی بات سچی ہے اور کس کی جھوٹی؟ اور جب یہ فیصلہ کر چکیں تو پھر مسلمانوں سے مخاطب ہوں۔

داستان گو کی حساب دانی (۲) ”داستان گو“ صاحب کی حساب دانی کا یہ عالم ہے کہ وہ یہ بھی شامہ ذکر کے کہ، ۴۸۔ رجب سے لے کر ۱۰ ذی الحجہ تک کتنے دن ہوتے ہیں، سب جانتے ہیں جب کا چاند اترتے دن کا ہو تو چار ہینے بارہ دن ہوں گے ورنہ چار ہینے گیارہ دن اگر یہ اپنے کمال سے اسے چھ ہینے کی مدت بنا رہے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-

”۴۸۔ رجب سنہ ہجری کو امیر زید کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی“

(داستان کرط ص ۲)

”منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حنینؓ کے سے کو ف کے

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام شرافت سے چل کر (جو واقعہ سے دو میل پر ہے) ”کوفہ فی صم“ کے دامن میں خیمہ زن ہوئے، تو حُزَیْنِ یزید تمیمی یربوعی ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ کے مقابل آکر اتر پڑا، دوپہر کا وقت تھا۔ تمازت آفتاب نے حرّ اس کی فوج اور سوار یوں کو پیاس سے بے تاب کر رکھا تھا، ساتی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے سے ان کا یہ حال دیکھا د گیا، فوراً اپنے خُدام کو حکم دیا کہ ان کو اور ان کی سوار یوں کو پانی پلا کر خوب سیراب کر دیا جائے، قلیل حکم میں دیر نہ لگی اور اقل سے آخر تک سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنی سوار یوں کو بھی پلایا۔ حُزَیْنِ کو قادیسیہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے بھیجا گیا تھا اور اس کو حکم دیا گیا تھا کہ حسین کا روانہ کو عبید اللہ بن زیاد کے سامنے کوفہ میں لا کر پیش کیا جائے، عبید اللہ بن زیاد کو جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر ہو کر آیا تھا۔ جب یہ خبر ملی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے قصد سے کھمڑے سے روانہ ہو چکے ہیں تو اس نے کوفہ کے پولیس افسر حصین بن تمیم کو کوفہ سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ قادیسیہ میں جا کر پڑاؤ ڈالے اور قلعہ طام سے لے کر خُتّان تک مسلح کیمپ قائم کر کے اہل کاکنٹرول سنبھالے، چنانچہ اسی ہدایت کے مطابق اس نے اپنے سامنے حُزَیْنِ کی کمان میں ایک ہزار سواروں سے کمان کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل بھیجا تھا، ظہر کا وقت ہوا، تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان کے لیے فرمایا۔ حجاج نے اذان دی۔ اقامت کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوا۔ بازارِ ذیب تنی کیے نہیں تشریف لائے اور حق تعالیٰ کی حمد و ستار کے بعد فرمایا۔

ایہا الناس انہا معذوۃ الی اللہ لا کوا اللہ عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے

یہ زمانہ جوئے اس وقت امیرزید کی خلافت کو قائم ہوئے ۶۵۶ء
ہو چکے تھے۔ (داستانِ کربلا ص ۴)

پہلے پھر دروغ گو ماحافظ بنا شد

دوسرے جھوٹ کی تنقیح (۳) ”داستانِ کربلا“ دشنہ، پر جو یہ قوم
ہے کہ

”دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ
دشمن نہ ہائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل
شام سے جنگ کریں، آپ نے اس سے انکار کیا، حتیٰ کہ آپ نے
یہاں تک فرمایا

”افسوس نہیں لوگ جو جنھوں نے میرے والد حضرت علی کو دھوکہ
میں رکھا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسن کو زخمی کیا اور مایوس
بنایا اور میرے عم زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ کا قتل کر دیا، پہلے
ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آجائے وہ بڑا احمق ہے۔“

(جلال الدین طبری)

موضعِ فطاب ہے ”داستانِ گو“ صاحب کی عادت ہے کہ وہ موقع بے
موقع کہیں بھی فطاب بیانی سے نہیں چوکتے اور داستان تو پھر داستان ہی ہے اس
کے بارے میں تو پہلے ہی مشہور ہے کہ

بڑا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستان کیلئے

اس لیے انھوں نے یہاں، موقع سے فائدہ اٹھا کر کچھ کی بجائے بہت کچھ
”عطا دیا ہے۔“ مؤرخ طبری کے بیان کے مطابق واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حسین

مخالفاً لسنة رسول الله يعمل
 في عباد الله بالاثم والعدوان فلم
 يغير عليه بفعل ولا قول، كان حقاً
 على الله ان يدخله مدخله، الا
 وان هؤلاء قد لزموا طاعة
 الشيطان وتركوا طاعة الرحمن
 واظهروا الفساد وعطلوا الحدود
 فاستأثروا بالغي، واحلوا حرام الله
 وحرموا حلاله، وانا احق من
 غير قد اتى كتبكم وقد مت
 على رسلكم ببيمتكم انكم لا
 تسألوني ولا تخذلوني فان
 تمتد في بيمتكم تصيبوا رشداً
 فانا الحسين بن علي وابن
 فاطمة بنت رسول الله صلى الله
 عليه وسلم، نفسي مع انفسكم
 واهلي مع اهليكم فلكم في اسوة
 وان لم تفعلوا ونقضتم عهدكم
 وخطبتكم بيمتي من اعدائكم
 فلم يرمي ما عي لكم بنكر لقد
 فتمتوها بأبي وأمي وابن عسى

حال میں دیکھے کہ وہ محرمات، الہی کو حلال
 کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو
 توڑ رہا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سنت کا مخالفت ہو اور اللہ تعالیٰ
 کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی کا
 معاملہ کرتا ہو اور پھر اپنے قول و فعل
 سے اس کے خلاف تبدیلی نہ برپا
 کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی
 کے ٹھکانے پر پہنچانے میں تخی بجانب
 ہیں ”خبردار! ان لوگوں (حکمران ٹولے)
 نے رحمتی کی اطاعت چھوڑ کر شیطان
 کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ ملک
 میں فساد پھیلادیا۔ حدود الہی مطلق کر
 دیں، مال غنیمت اپنے لیے مخصوص
 کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور
 حلال کو حرام کر دیا چنانچہ اس صورت
 حال میں تبدیلی لانے کا میں سب سے
 زیادہ حتی رکھتا ہوں، تمہارے خطوط
 میرے پاس آپکے ہیں اور تمہارے
 قاصد تمہاری اس امر پر بیعت کی
 خبر لے کر پہنچ چکے ہیں کہ تم مجھے بے یار

مسلم بن عقیل، والمغرور من
اغتربکم فحظکم اخطاء
ونصبکم ضیعم، وَمَنْ نَكَثَ
عَاقِبَتَا يَنْكُثْ عَلَى نَفْسِهِ وَسَيُجَنَّبَنَّ
اللّٰهُ عَنْکُمْ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ
رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔
و مددگار نہیں چھوڑو گے پھر اگر تم اپنی
بیعت کی تکمیل کرتے ہو تو اپنی بھلائی کو
پالو گے، کیونکہ میں حسین بن علی ہوں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر
اہلر فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان
تمہاری جانوں کے ساتھ اور میرے

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۳)

اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ
طبع دارالعارف قاہرہ ۱۹۶۷ء

ہیں، تمہارے لیے میں نمود ہوں اور اگر
تم ایسا نہیں کرتے اور اپنے عہد و بیان کو توڑتے ہو اور میری بیعت کاپنی گدلوں
سے اتار پھینکتے ہو تو بھان میں یہ تم سے کچھ بعید بھی نہیں، تم نے میرے باپ،
میرے بھائی، اور میرے برادر عزا دمسلم بن عقیل کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے وہ
غریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آئے۔ تم نے اپنے فائدہ کو کھویا اور اپنی
قیمت کو خراب کیا۔ جو شخص بھی عہد توڑے گا اس کا زیاں خود اسی کو اٹھانا پڑے
گا۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ ہے وہ تفصیل جو مورخ طبری نے ۱۱ ہجری کے حوادث کو بیان کرتے ہوئے
”مقتل حسین“ کے ضمن میں بیان کی ہے اس میں اول سے آخر تک کہیں ان ساتھ کوئی
حضرات کا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید
ہوئے کوئی ذکر نہیں بس مقام ”بیضہ“ پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے حر کے لشکر کے سامنے جو تقریر فرمائی، اس کا ذکر ہے اس تقریر میں حضرت
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تر اور اس کی فوج کے سواروں سے مخاطب ہیں۔

عز وجل وایکے، ان لم آتکم
 حتی آتئی کتبکم و قد مت
 علی رسلکم ان اقدم علینا فانه
 لیس لنا امام لعل اللہ یجمعنا بک
 علی الہدی فان کنتہ علی ذلک
 فقد جئکم فان تعطونی ما اطلبن
 الیہ من مہودکم و موثیقکم
 اقدم مصرکم وان لم تفعلوا
 و کنتہ ل قد جی جارہین انصرف
 عنکم الی المکان الذی اقبلت
 منه ایکے۔ (تاریخ الطبری ص ۱۱۳)
 تمہارے شہر میں چلا چلوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے
 تو میں تمہیں چھوڑ کر اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہاری طرف آیا تھا۔

میرا یہ عذر ہے کہ میں تمہارے پاس اس
 وقت تک نہیں آیا، جب تک کہ
 تمہارے خطوط اور تمہارے قاصد یہ
 پیام لے کر میرے پاس نہیں آئے کہ
 ”آپ ہمارے یہاں فخر لیت لائے۔“
 ہمارا کوئی امام نہیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ
 آپ کی وجہ سے ہمیں ہدایت پر جمع کر
 دے۔ سو تم اب بھی اگر اسی بات پر
 قائم ہو تو میں تمہارے پاس آچکا ہوں
 اب اگر تم مجھ سے ایسے عہد و پیمان کرو کہ
 جی سے مجھے الطینان ہو جائے، تو میں
 تمہارے شہر میں چلا چلوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے
 تو میں تمہیں چھوڑ کر اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہاری طرف آیا تھا۔

اس وقت تو آپ کی تقریر سن کر حرّ اور اس کے ساتھی خاموش رہے اور
 مؤمنین سے کہنے لگے امامت کہو۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرّ سے
 دریافت کیا کہ کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ الگ نماز پڑھو گے، اس نے جواب
 دیا نہیں، بلکہ آپ امامت کریں ہم آپ کی اقتدار میں نماز ادا کریں گے، چنانچہ
 آپ نے ظہر کی امامت فرمائی۔ عصر کی نماز کے بعد پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے حرّ اور اس کی فوج سے خطاب فرمایا اور حمد و ثناء الہی کے بعد ارشاد
 فرمایا :

اما بعد، ایہا الناس، فانکم ان
تتقوا وتحرفوا الحق لاهلہ یکن
ارضی للہ، ونحن اهل البیت اولی
بولاية هذا الامر علیکم من
هؤلاء المدعین مالس لہم
والسائرین فیکم بالجور والعدوان
وان اثمکم کرمتمونا وجہلتم
حقنا، وکان رأیکم غیر ما اتنی
کتبکم، وقد مت بام علیؑ رسالتکم
انصرفت عنکم (طبری ص ۱۱۱)
جس کا تمہارے قاصد میرے پاس پیام
جانا ہوں۔

اما بعد، اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو
اور اہل حق کا حق پہچان لو تو یہ بات اللہ
تعالیٰ کو زیادہ راضی کرے والی ہے
اور ہم اہل بیت ان ناحق کے مدعیوں،
اور تم پر ظلم و زیادتی کرنے والوں کی
بہ نسبت تمہارے ولی امر ہونے کے
زیادہ حقدار ہیں اور اگر تم ہم کو ناپسند
کرتے ہو اور ہمارے حق سے ٹکرتے
ہو اور تمہاری رائے وہ نہیں رہی جو
تمہارے خطوط میں بیان کی گئی تھی اور
جس کا تمہارے قاصد میرے پاس پیام
جانا ہوں۔

اب تحرر نے آپ کی تقریر سن کر جواب میں کہا۔

انا واللہ ماندری ما ہذا الکتاب
المتی تذکر۔ (ص ۱۱۱)
خدا کی قسم ہم نہیں جانتے، آپ کو
خطوط کا ذکر فرما رہے ہیں۔

اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ بن سحان سے فرمایا کہ خدا
وہ دونوں خرینچن تو لاؤ جن میں میرے نام ان کو فیوں کے خطوط ہیں، چنانچہ وہ
دونوں خرینچن جو خطوط سے پر تھیں، ان لوگوں کے سامنے لا کر خالی کر دی گئیں
اور آپ نے ان خطوط کو پھیلا کر ان کے سامنے ڈال دیا، تحرر نے اب بھی یہی جواب
دیا کہ،

فانا لسا هؤلاء الذین عتبتوا
ہم تو وہ نہیں ہیں جنہوں نے

ایک، وقد امرنا اذا نحن لقيناك
 الا نفارقك حتى نقدمك على
 عبید اللہ بن زیاد (ص: ۲۰۲)
 جب تک کہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے لے جا کر پیش نہ کر دیں۔
 اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

الموت ادنیٰ ایاک من ذلک
 اس کی تعمیل میں تو موت تمہارے زیادہ
 قریب ہے

یہ فرما کر حضرت ممدوح نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ چلو سوار ہو کر واپس
 چلیں۔ مگر جب یہ حضرات سوار ہو کر وطن واپس جانے کے لیے آمادہ ہوئے تو حتر
 اور اس کا رسالہ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حتر
 سے فرمایا، آخر تم کیا چاہتے ہو حتر نے پھر وہی جواب دیا۔

ارید والله ان انطلق بك الى
 عبید اللہ بن زیاد (ص: ۲۰۲)
 حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
 اذن والله لا اتبعك۔
 اس پر حتر نے کہا۔
 اذن والله لا ادعك
 خدا کی قسم، ایسی صورت میں میں نہیں تیرا
 تابن نہیں ہو سکتا۔

خدا کی قسم میں بھی اب تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔
 طرفین سے گتگو میں تخی بڑھی تو حتر کہنے لگا کہ مجھے آپ سے قتال کا تو حکم نہیں
 ملا، البتہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک آپ کو کوفہ نہ پہنچا دوں آپ کا چھچھار چھوڑوں
 اب اگر آپ نہیں مانتے تو پھر ایسی راہ لیجئے جو نہ کوفہ کو جاتی ہو اور نہ مدینہ کو، یہ
 بات میرے اور آپ کے مابین انصاف کی ہے۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ

چاہیں تو زید بن معاویہ کو لکھیں چاہیں عبید اللہ بن زیاد کو، شاید اللہ تعالیٰ اس میں کوئی ایسی مافیت کی صورت پیدا کر دے کہ مجھے آپ کے بارے میں کوئی ابتلا نہ پیش آئے۔“

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ غذیب اور قادسیہ کی راہ پر بائیں سمت کو مڑ گئے، مگر کا دستہ ساتھ نہیں چھوڑتا تھا، اگلی منزل میں جب مقام ”بیضہ“ پر پہنچے جو واقعہ اور غذیب کے مابین پانی کا ایک تالاب تھا، تو آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کا حوالہ ”داستان گو“ نے دیا ہے اور اس کے نقل کرنے سے پہلے اپنے جی سے گڑھ کر یہ اضافہ کر دیا ہے۔

”دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ وشتیہ جاؤ اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل شام سے جنگ کریں آپ نے اس سے انکار کیا حتیٰ کہ آپ نے یہاں تک فرمایا الخ“
(”داستان کرہ“ ص ۸۶)

حالانکہ تاریخ طبری میں ہمیں اس بات کا نام و نشان تک نہیں جو ”داستان گو“ نے بیان کی ہے چنانچہ طبری کی اصل عبارت ملاحظہ ہو جو درج ذیل ہے۔

ان الحسین خطب أصحابه و	حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
أصحاب الحرب بالبيضة فحمد	مقام ”بیضہ“ میں پہنچ کر اپنے اصحاب
الله واثني عليه ثم قال ايها	اور مڑ کے رفقاء کے سامنے خطبہ دیا،
الناس ان رسول الله صلى الله عليه	جس میں حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد
وتم قال من رأي سلطانا جاوراً	فرمایا لو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
مستحلاً لحرم الله ناكثاً دله الله	کا ارشاد ہے ”جو کسی ظالم مکران کو اس

اپنے نبی اصحاب سے نہیں جو کہ مسئلہ سے آپ کے ہر کاب تھے، خزا اور اس کی فوج پر رحمت قائم کرنے کے بعد آپ اپنے قافلہ کے ساتھ یازم مدینہ ہونا چاہتے ہیں، خزا اور اس کا رسالہ سدراہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف جانے نہیں دیتا، مگر ”داستان گو“ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانے مدینہ طیبہ کے یزید کی بیعت کے لیے دمشق جا رہے تھے اور آپ کے ساتھیوں نے سازش کر کے عمرو مغرب کے بابین کیمپ میں اپنا ٹک حملہ کر کے آپ کو شہید کر ڈالا اور پھر اس پر طبری کا حوالہ بھی دے رہے ہیں، مٹھن ہیں کہ کون اصل کتاب سے مراجعت کرے گا جو ہمارے جھوٹ کی پول کھلے گی اور اہل فرسی کا پردہ پاک ہو گا۔ بھلا سوچنے کی بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خطاب اپنے ان جان نثار ساٹھ کو فیوں سے کریں گے جو کہ مسئلہ سے آپ کے ساتھ تھے اور جنہوں نے آپ ہی کھانے میدان کر بلا میں جام شہادت نوش کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ اور طبری میں ”داستان گو“ صاحب کو وہ کونسا لفظ ملا ہے جس کا ترجمہ بڑا احمق کیا گیا ہے؟

”جلا العیون“ کے بارے میں اسی ”داستان گو“ کے الفاظ ہیں
 ”شیعہ کتاب جلا العیون“

اس لیے ہمیں اس سے مراجعت کی ضرورت نہیں، ”گو“ داستان گو“ صاحب کی بات کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ دروغ گوئی اور بہتان طرزی ووافض و نواصب دونوں کا شیلوہ ہے۔

معلوم نہیں کہ ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کیوں عام مسلمانوں کو ایک غلط بات کو صحیح باور کرانے پر تلی ہوئی ہے، تمام اہل السنۃ والجماعۃ حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کے بارے میں یہ رافضیوں کی خرافات پر

اعتماد کرتے ہیں، نہ ناصبیوں کی بکواس پر، اور نہ ان کے بڑے بھائی غار جیوں کی لغو بات پر، کیونکہ رافضیوں کو حضرات خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیر ہے اور غار جیوں کو حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء سے عدا ہے اور ناصبیوں کو بالخصوص حضرت علی، حضرات حسین اور ان کی اولاد امجاد رضی اللہ عنہم سے۔ "لوا صب" کو اگلے زمانہ میں "شیعہ عثمان" در شیعہ مرافقہ "اد شیعہ امویہ" کہا جاتا تھا، بنی امیہ کی حکومت کے ساتھ ایک فرقہ کی حیثیت سے ان کا وجود بھی ختم ہو گیا تھا، اب پھر محمد واجد عباسی نے "فلافت معاویہ ویزید" لکھے کہ اس فتنہ کو نئے سرے سے ابھارا ہے۔ "بھلس عثمان غنی" بھی اپنے شائع کردہ کتابچوں کے ذریعہ اسی فتنہ کو ہوا دے رہی ہے، اور ان سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کے دہپے ہے جی کو اپنی نادانی سے اس فتنہ کا علم نہیں کہ یہ کیا ہے، وہ اپنی سادگی سے یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ بھی کوئی روافض کی تردید کا مشغلہ ہے حالانکہ اصل بات یہ نہیں بلکہ یہ ناصبی شیعان عثمانؓ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر رافضیوں کے تمام سب و شتم کا بدلہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لینا چاہتے ہیں سچ ہے۔

ماسلمہ الصدیق من رافض
فانجی من ناصبین علیؓ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی رافضی کے تبرائے محفوظ نہ رہ سکے اور ناصبیوں کی طعن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجات نہ ملی

تیسرے جھوٹ کی تیغ کہ یزید
کی فرج نے حضرت حسین کو قتل نہیں کیا
(م) "داستانی گو" صاحب
نے "البدایہ والنہایہ" کی عربی

جہارت سے اس داستان کا آغاز کیا اور اس کا ترجمہ بھی آگے چل کر لکھا مگر صفحہ اور جلد کا حوالہ غلط دیا یعنی (جلد ہفتم ص ۱۵۳) لکھا حالانکہ یہ جہارت جلد ہشتم میں ہے قیمت ہے ان کو یہ تسلیم ہے کہ

”البدایہ والنہایہ“ مشہور عربی تاریخ ہے

مگر تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر نے اسی ”البدایہ والنہایہ“ کے اسی صفحہ پر جو یہ لکھا ہے وہ نظر نہ آیا۔

کتب یفید الی ابن زیاد انه قد
بلغنی ان حسیناً قد سار الی لکوفۃ
وقد ابتلی بہ زماناً من بیعت
الازمان و بلدہ من بین البلدان
و ابلت افت بہ من بین المال
وعندھا تقوا و تعد عبداً کما
تروق العبد و تصد قتلہ ابن
زیاد، و بعث برأسه الیہ۔
(ع-۸ ص ۱۶۵ طبع بیروت ۱۳۹۹ھ)

یہ نے ابن زیاد کو لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی
ہے کہ حسین کو فہ کی طرف چل پڑے ہیں،
اب زمانوں میں تیرا زمانہ اور شہروں
میں تیرا شہر ان کے بارے میں مبتلا ہوا
ہے اور گورؤں میں تو خود ان کے معاملہ
میں مبتلا ہو چکا ہے اور ایسی صورت
میں یا تو تو آزاد کر دیا جائے گا یا جس
طرح غلاموں کو غلام رکھا جاتا ہے
تجھے بھی غلام بنا دیا جائیگا چنانچہ ابن زیاد
نے حضرت حسین کو قتل کر کے ان کا سر
بڑید کے پاس بھیج دیا۔

اسی ”البدایہ والنہایہ“ میں یہ بھی ہے کہ

ولبت عبید اللہ بن زیاد وعمر
بن سعد لما لہم
(ص ۱۶۱-۱۶۰)

عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعدؓ کو حضرت
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان
کے رفقاء سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا

اور یہ بھی کہ

وابطاع عمر عن قتالہ فارسل ابن
 زیاد دشمر بن ذی الجوشن و
 قال لہ ان تقدم عمر فقاتل والا
 قاتله وکن مکانہ فقلوبیتک
 الاممۃ۔ (ج ۸ ص ۲۰)

عمر (ابن سعد) نے حضرت حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے قتال میں تاخیر سے کام لیا
 تو ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو یہ
 کہہ کر بھیجا کہ اگر عمر قتال میں پیش قدمی کہے
 تو تو بھی جنگ میں شریک ہو جائیو اور نہ

عمر (ابن سعد) کو قتل کر کے اس کی جگہ خود سنبھال لے لو، میں تجھ کو امیر لشکر کرتا ہوں۔
 اس فوج کی تعداد جو عمر بن سعد کی گمان میں تھی ”البدایہ والنہایہ“ ہی میں یہ
 بتائی ہے کہ

وكانوا اربعة الاف يريدون
 قال الديلم، فعينهم ابن زياد
 وصرفهم الى قتال الحسين -

چار ہزار سپاہی تھے جو دہلیم سے جنگ
 کرنے کے ارادہ سے چلے تھے ان کو
 ابن زیاد نے قتال دہلیم سے روک کر
 حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 قتال کے لیے متعین کیا۔ (ص ۱۹۹)

عمر بن سعد کو تعمیل حکم سے کب انکار تھا جیسے ہی ابن زیاد کا حکم اس کو پہنچا،
 فوشب الى فرسه فركبها ثم
 دعا بلسا له فلبسه وان له لمل
 فرسه ونهض بالناس اليهم
 فقاتلوه فجيئ برأس الحسين
 الى ابن زياد فوضع بين يديه
 فجعل يقول بقضيب في انفه و

عمر بن سعد جھپٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار
 ہوا پھر سواری ہی کی حالت میں اپنے
 ہتھیار منگوا کر ان کو اپنے بدن پر سجایا
 اور فوج لے کر سیدھا ان حضرات سے
 مقابلہ کے لیے چل پڑا، فوج نے جاتے
 ہی کشت و خون شروع کر دیا، چنانچہ

یقول ان ابا عبد اللہ کان قد شتمت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر

بارک کاٹ کر ابن زیاد کے سامنے ڈال دیا گیا اور ابن زیاد اپنی پھڑی ایک ناک پر دھکتا اور کہتا کہ ابو عبد اللہ کے بال تو اب پک چکے ہیں۔

(ج ۸ ص ۱۷۱)

شمر اپنی خباثت سے فوج کے سپاہیوں کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر اس وقت بھی ابھار رہا تھا، جب کہ آپ کے تمام رفقاء یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کر کے راہی جنت ہو چکے تھے اور آپ کو دہنہ میمان قتال میں ثابت قدم تھے اور کیوں نہ ہو حضرت محمد روج نے تو اس کو دیکھتے ہی فریاد کیا تھا۔

صدق اللہ ورسولہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائن النظر الی کھلب البقع ببلغ فی دماہ اہل بیتی

اللہ سچا، اس کا رسول سچا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا گویا میں دیکھ رہا ہوں اس چنگبر سے کتنے کو جو میرے اہل بیت کے خون میں نہ ڈلے گا

(ابن ابی شیبہ والہایہ ج ۸ ص ۱۷۱)

اس روایت کے آخر میں لکھی گئی یہ بھی تصریح ہے۔
وکان شمر قبضہ اللہ ببرص شمر اللہ اس کا بُرا کرے برص میں مبتلا تھا

(ج ۸ ص ۱۸۹)

”گو“ داستان گو“ اسی کتے کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں، قاتلوں کو محفوظ بنا رہے ہیں۔ کہتے ہیں۔

”عمر بن سعد، شمر ذی الجوشن، خاندان علی کو کوفیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے۔“

(ص ۱۰)

”عمر بن سعد اور شمر نے خاندان علی کی لاشوں کو اکٹھا کیا ان کی نساہ

جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا، کوفیوں کی لاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا بلکہ دستہ کے بعض سواروں نے انہیں پاپال بھی کیا تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں“ (ص ۱۰)

حالانکہ ”البدایہ والنہایہ“ میں اس کے برعکس مرقوم ہے۔

وقتل من اصحاب الحسین اثنان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب
وسبعون نفساً فدفنواہل میں سے بہتر نفوس شہید ہوئے جن کو
الفاضریۃ من بنی اسد لحد ما غاضریہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے
قتلوا بیوم واحد لوگوں نے قتل کے دوسرے دن دفن کیا

(۱۸۹/۸-۶)

”غاضریہ“ کوفہ کے نواح میں ”کربلا“ کے قریب ایک قریہ کا نام ہے جو قبیلہ بنو اسد کا مسکن تھا، ہاں عمر بن سعد نے اپنی فوج کے مقتولین پر جو شہداء کربلا کے ہاتھوں مارے گئے تھے بے شک نماز جنازہ ادا کی تھی اور انہیں کی لاشوں کو اس نے دفن بھی کیا تھا۔“ ”البدایہ والنہایہ“ میں ہے

وقتل من اهل الكوفة من اصحاب اور عمر بن سعد کے ساتھی اہل کوفہ میں سے
عمر بن سعد ثمانیۃ وثمانین اٹھاسی اثنان قتل ہوئے، رزمیوں
رجلاً سوی الجرحی فصلی علیہم کی تعداد ان کے علاوہ ہے، عمر بن سعد
عمر بن سعد ودفنوا، و لے ان مقتولین کی نماز جنازہ ادا کر کے
یقال ان عمر بن سعد امر ان کو دفن کیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ
عشرۃ فرسان فداوا الحسین عمر بن سعد نے معرکہ کے دن اس سواروں
بحوا فرخیولہم حتی المصقوہ کو حکم دیا جنہوں نے اپنی گھوڑوں کے
بالارض یوم المعرکہ فامصر سموں سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

برأسه ان يحمل من يوهب الى
ابن زياد مع خولي ابن يزيد
الاصبحي -
کے لاشہ کو پامالی کر کے پیوند زمین کو
دیا اور آپ کے سر مبارک کے متعلق
آرڈر دیا کہ اسی دن اس کو اٹھا کر خولی
بن یزید اصبحی کے ساتھ ابن زیاد کو بھجوا
دیا جائے۔ (ج - ۸ ص ۱۸۹)

صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بلکہ تمام شہداء و کربلا کے
سر کاٹ کر جہنم میں یہ ساٹھ حضرات بھی شامل تھے خولی کے ساتھ ابن زیاد کے پاس
روانہ کر دیے گئے تھے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک جب
عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے شہر میں منادی کرا کر لوگوں کو جمع کیا
اور پھر ان کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں اپنی
فتح و کامرانی کی تقریر بھی کی۔ اس تقریر میں حضرت ممدوح پر طعن و طنز بھی تھا جس
پر عبداللہ بن عقیف اردی نے برا فروختہ ہو کر ابن زیاد کو ان الفاظ میں ٹوکا۔

وبحک يا ابن زياد اقتلون اولاد
النبيين وتكلمون بسلام
الصلديقين
ابن زیاد تجھ پر افسوس اتم لوگ ایثار
کی اولاد کو قتل کر کے صدیقیوں کی سی باتیں
کرتے ہو۔

اس کلمہ حق کو سننے کی بھلا ابن زیاد میں تاب کہاں تھی فوراً حکم دیا کہ اس
گستاخی کی پاداش میں اس غریب کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ زان بعد
”سر حسین“ کا کوفہ کے تمام گلی گلوں میں گشت کرایا گیا پھر زحر بن قیس کی محبت
میں تمام شہداء و کربلا کے مبارک سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس شام روانہ کر
دیا، دربار یزید میں پہنچ کر زحر بن قیس نے اپنے سیاہ کارنامہ کو جن الفاظ میں
پیش کیا، وہ یہ ہیں۔



البشر یا امیر المؤمنین بفتح اللہ علیہ
ونصرہ، ورد علینا الحسین بن علی
بن ابی طالب وثمانیۃ عشر من
اہل بیتہ وستون رجلاً من شیعۃ
فسرنا الیہم فسالنا ہم ان یتسلوا
وینزلوا علی حکم الامیر عبید اللہ
بن زیاد والقتال، فاختاروا القتال
فقدونا الیہم مع شروق الشمس
فاخطا بہم من عل ناحیۃ حتی
اخذ السیوف ماخذہا من ہام
القوم، فجعلوا الیہم ابون الی غیر
مہرب ولا وذر، ویلوزون منا
بالا کام والحق لوزا کما لا ذ
الہمام من حق، فواللہ ما کانا
الاجز جزورا ولوفۃ قابل حتی
اتنا علی آخرہم فہاتیک
اجارہم مجردۃ و
تایہم مزملۃ وحدودہم
مغفرۃ، تصہرہم الشمس
وتسفی علیہم الریح و
اورہم العقبان والرخو

امیر المؤمنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف فتح و نصرت
کی بشارت ہو حسین بن علی بن ابی طالب اور ان
کے اہل بیت کے اٹھارہ افراد اور ان کے شیعیان
میں ساٹھ اشخاص، ہمارے یہاں وارد ہوئے
تو ہم بھی ان کی طرف چل پڑے اور ہم نے ان سے
یہ مطالبہ کیا کہ امیر عبید اللہ بن زیاد کے آگے
سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے حکم پر اپنے آپ کو
ہمارے حوالہ کر دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو
جائیں، انہوں نے جنگ ہی کو پسند کیا، تو ہم
نے صبح سویرے جیسے ہی آفتاب چمکان لگوں
کو جالیا اور ہر طرف سے ان کو گھیر لیا، آخر جب
تو اوروں نے ان کی کھوپڑیوں کی صحیح صحیح گرفت
شروع کی، تو یہ ادھر بھاگنے لگے جہڑ بھاگنے
کی ان کے لیے نہ کوئی جگہ تھی نہ حائے پناہ اور
جہڑ شکرہ سے کبوتر پناہ ڈھونڈتا ہے
یہ بھی ٹیلوں اور گڑھوں میں کچھ پناہ ڈھونڈھنے
لگے، سو خدا کی قسم بس جتنی دیر میں اونٹ کاٹ
کر رکھ دیا جاتا ہے یا قیلولہ کرنے والا اپنی
غینہ پوری کر لیتا ہے اتنی دیر میں ہم نے ان
کے آخری فرد تک کا کام تمام کر دیا سب
ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں اور ان کے

کڑے پلٹے باپ کے ہیں ان کے رخسار خاک
میں لتھرے ہوئے ہیں دھوپ ان کو ملا رہی
ہے اور ہوا ان پر خاک اڑاتی ہے عقاب

(البیایہ والنہایہ ص ۱۹۱) اور گدھ ان کی لاشوں پر منڈلا رہے ہیں

زحر بن قیس نے بھی اگرچہ یزید کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتے ہوئے
ان حضرات کی بجو میں کچھ کم جھوٹ نہیں لگا ہے، تاہم ”مجلس حضرت عثمان غنی“
کے داستان گو کے علی الرغم اس نے صاف اقرار کیا ہے کہ وہ ساٹھ کوئی حضرات
جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں تھے، انہوں نے حضرت مصدوم
کی نصرت ہی میں اپنی جانیں نثار کی تھیں اور خود کو ذبح کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کا
اس بارے میں اعتراف موجود ہے یزید نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں جب
حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پر چڑھائی،
ارادہ کیا، تو اس ہم کی سرکردگی کے لیے بھی اس کی نظر انتخاب سب سے پہلے ابن
زیاد ہی پر پڑی تھی، چنانچہ جب اس خدمت کی انجام دہی کے لیے یزید نے اس کو
کہہ کر بھیجا، تو ابن زیاد کی زبان سے بے اختیار یہ نکل گیا کہ

واللہ لا اجمعہما للفساق ابدا خدا کی قسم میں اس فاسق کی خاطر کبھی بھی دونوں
اقل بن ہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نامہ اعمال میں جمع نہیں کر سکتا روا
علیہ وسلم والحزو البيت الحرام اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو تو قتل
کر دیا، اب بیت الحرام پر چڑھائی کر دی (البیایہ والنہایہ ص ۲۱۹)

یاد رکھیے ”داستان گو“ صاحب نے جن شہدار کرام کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی
کی ہے، یہ وہی شہدار کرام ہیں جن کے بارے میں وارد ہے کہ ”وہ جنت میں بے
حساب داخل ہوں گے“ چنانچہ حافظ ابن کثیر البیایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

وقد روی محمد بن سعد وفیره من غیر وجه عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ ہروب کربلاء عند اشجار الحنظل و هو ذاہب الی صفین، فسأل عن اسمها قتیل کربلاء فقال عرب و بلاء فنزل و صلی عند شجرة هناك ثم قال یقتل ہہنا شہداء ہر خیر الشہداء غیر الصحابة یدخلون الجنة بغير حساب و اشار الی مکان هناك فعلموہ بشئ فقتل فیہ الحسین

حافظ محمد بن سعد وغیرہ نے متعدد اسانید سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ "صفین" کی طرف جا رہے تھے تو مقام کربلا میں حنظل (اندرائیں) کے درختوں کے پاس سے گزرے آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو بتایا گیا کہ کربلا ہے فرمایا کرب و بلاء ہے، پھر سواری سے اتر کر آپ نے وہاں ایک درخت کے پاس نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا کہ "یہاں وہ شہداء قتل کیے جائیں گے جو صحابہ کے علاوہ بہترین شہداء ہوں گے اور بلا حساب جنت میں جائیں گے اور یہ" فرماتے ہوئے آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے وہاں کچھ اتانی بھی لگا دی، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی جگہ پر قتل ہوئے

(ج ۸ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

ظلم کا انجام یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل کو ختم کرنا چاہا تھا۔ مگر حق تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل تو چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور آج حینی سادات اقلیم اسلامی کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں، لیکن یزید کی نسل اسی زمانہ سے ایسی نابود ہونا شروع ہوئی کہ پردہ دنیا سے اس کا وجود ہی اٹھ گیا۔ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں یزید بن معاویہ کی جس صلی اولاد کو نام نہام گنا کر جن میں

پندرہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں، تصریح کی ہے۔
 وقد انقضوا كافة فلم يبق ليزيد سب ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے
 عقب (ج-۸ ص ۲۳۷) کوئی ایک بھی تو باقی نہ بچا۔
 اور حافظ ابن کثیرؒ ہی کے الفاظ ہیں۔

فانه لم يعهل بعد وقعة حوضا شبه واقعه حرہ اور قتل حسین کے بعد یزید
 الحرہ و قتل الحسين الا کو ذہیل نہ دی گئی مگر ذرا سی تا آنکہ حق تعالیٰ
 يسيراً حتى قصمه الله الذي نے اس کو ہلاک کر دیا جو اس سے پہلے اور
 قصم الجباله قبله و اس کے بعد بھی ظالموں کو ہلاک کرتا رہا ہے
 بعده ، انه كان عليهما بے شک وہ بڑا علم رکھتا ہے اور بڑی قدرت
 قدراً۔ والا ہے۔

اور ۷۴ھ کے واقعات کے ذیل میں مسلم بن عقبہ کی موت کے سلسلہ میں
 کہتے ہیں۔

ثم مات قحطه الله ثم پھر مسلم بن عقبہ، اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے
 امعه الله بيزيد بن مرگیا اور یزید بن معاویہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے
 معاوية فمات بعده اس کے پیچھے چلا گیا اور وہ بھی اس کے بعد
 في ربيع الاول لاربعة عشرة ۱۴۔ ربيع الاول کو مرگیا اور ان دونوں کو جو
 ليلة خلت منه فما امیدیں اور تو واقعات تھیں اللہ تعالیٰ نے
 منهمما الله بشئ مما ان میں سے کوئی بھی پوری نہ کی بلکہ اس ذات
 رجوه واطلوه بل قهرهم قاہرہ نے جو اپنے سب بندوں پر غالب
 القاهر فوق عباده و ہے ان پر اپنا قہر نازل فرمایا اور ان کی بادشاہی
 سلبهم الملک و نزعہ سلب کر لی اور ان کی سلطنت اس نے

منہم من ينزع الملك چھین لی جو جس سے چاہتا ہے اسکی سلطنت
من یشاء۔ چھین لیتا ہے۔

اور پھر واقعہ حرہ کے مظالم کو بیان کرتے ہوئے آخر میں ان کے قلم سے یہ الفاظ نکلتے
ہیں۔

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لسلم بن عقبة ان يسيح المدينة ثلاثة ايام، وهذا خطأ كبير فاحش، مع ما انضهر الى ذناب من قتل خلق من الصحابة وابناءهم وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله ابن زياد. وقد وقع في هذه الثلاثة ايام من المفساد العظيمة في المدينة النبوية مالا يحد ولا يوصف، مما لا يعاصه الا الله عز وجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطيد سلطانه وصلبه، و دوام ايامه

اور بے شک یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر کہ "تو قین دن تک مدینہ منورہ کو تباہ و تاراج کیجو،" فحش غلطی کی۔ یہ نہایت بڑی اور فاحش خطا ہے اور اس خطا کے ساتھ صحابہ کرام اور اولاد صحابہ کی ایک خلقت کا قتل اور شامل ہو گیا اور سابق میں گزر چکا کہ عید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا گیا اور ان تین دنوں میں مدینہ نبویہ میں وہ عظیم مفساد برپا ہوئے کہ جو حد و شمار سے باہر ہیں اور جن کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا پورا علم کسی کو نہیں۔

یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہی اور سلطنت کو مضبوط کرنا چاہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب بلا نزاع کے اس کے ایام سلطنت کو دوام نصیب ہوگا مگر اللہ تعالیٰ

من غیر منازع ، فعاقبہ
 اللہ بقیض قصده
 و حال بینہ و بین
 ما یشہیہ فقصمہ اللہ
 قاصم الجبابرة و اخذہ اخذ
 عزیز مقتدر وَ عَذْلُكَ اخْذُ
 رَبِّكَ اِذَا اخْذَ الْفُرَى
 وَ هُوَ ظَالِمٌ اِنْ اخْذَهُ
 اَلْبَنُ شَدِيدٌ۔

نہ اس کی مراد کواٹ کر اسے سزا دی
 اس کی ذات عالی یزید کے اور اسکی خواہش
 کے درمیان عامل ہو گئی (کہ اس کی تمنا پوری
 نہ ہو سکی، چنانچہ اللہ عزوجل نے جو ظالموں
 کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کی کمر بھی توڑ ڈالی
 اور اسی طرح اس کو دھر پکڑا جس طرح کہ
 ہر چیز پر غالب اور اقتدار والا پکڑا کرتا ہے
 ”اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب
 پکڑتا ہے سستیل کو اور وہ ظلم کرتے ہیں،
 بلکہ شک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی“

(البدایہ والنہایہ ج - ۸ ص ۲۲۶)

دیدی کہ خون ناسحق پروانہ شمع را
 امویوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا

چند امان نداد کہ شب را سحر کند
 خلیفہ عبد الملک اموی نے یزید
 کے زوال اقتدار سے عبرت پکڑ

کہہ ہی اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا تھا کہ
 جنینی و ماء آل بنی ابی طالب فانی
 رایت آل حرب لعا تہجموا
 بہا لم یصروا

جھے آل بنی ابی طالب کی خونریزی سے بچاتے
 رہنا کیونکہ میں آل حرب کا انجام دیکھ چکا
 ہوں کہ یہ جب ان کی خونریزی پر پل پڑے تو
 بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے۔

(تاریخ یعقوبی ص ۳۰۳ طبع بیروت ۱۳۵۹ھ)

طے قرآن پاک کی آیت ہے۔

”ہے ”حرب“ یزید کے پروادا کا نام ہے اور یہاں ”آل حرب“ سے خود یزید مراد ہے۔
 طے یعقوبی اگرچہ شبی ہے مگر ہم نے یہاں اس کا حوالہ قصداً دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خونریزی
 بقیہ ص ۵۵۹

افسوس یہ نابصی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہی سے نادانف ہیں
حافظ ابن کثیر نے اس دور کا بالکل صحیح نقشہ کھینچا ہے کہ

اناس انما ميلهم الى الحسين سب لوكون كميلان حضرت حسين رضي الله تعالى
لانه السيد الكبير و ابن بنت عنه ہی کی طرف تھا کیونکہ وہی سید کبیر اور سبط
رسول الله صلى الله عليه وسلم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس وقت
فليس ملّ وجد الارض يومئذ احدٌ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو فضائل
يساميه ولا يساويه ولكن الدولة و کالات میں آپ کا مقابلہ یا برابری کر سکے
اليزيدية كانت كلها تناونه۔ لیکن یزیدی حکومت ساری کی ساری آپ
(البدایہ والنہایہ ج - ۸ ص ۱۵۱) کی دشمنی پر انرا آئی تھی۔

یہ ہے اختصار کے ساتھ صورت واقعہ کا اصل نقشہ جو حافظ ابن کثیر کی ہنسو عربی تاریخ
”البدایہ والنہایہ“ سے اپنی کے الفاظ میں آپ کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن ”داستان گو“
صاحب کو ان تمام حقائق سے انکار ہے، وہ اپنی من گھڑت ہی دہرائے جاتے ہیں اور ان
کو تاریخ ابن کثیر کا صرف وہی ایک فقرہ یاد ہے جو انھوں نے مسلمانوں کو مغالطہ دینے
کے لیے نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے بچائے۔

داستان گو کا حضرت ابن زبیر پر افتراء (۵) ”داستان گو“ صاحب آگے

(ابقہ صفحہ گذشتہ) بنو ہاشم کی خونریزی سے بچتے تھے ورنہ اس امر کا ذکر ابن تیمیہ کی ہنساج السنہ
میں بھی منقذ و جگہ آیا ہے اور اسی لیے بنی امیہ کی شاخ بنی مرثان سے بنی ہاشم کی قرابتیں بھی جاری
رہیں اور ان میں باہمی رشتہ مناکحت بھی ہوتا رہا ہے۔ ورنہ خاندان یزید اور خاندان حسین
میں واقعہ کربلا کے بعد قرابت کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہوا۔ جیسا کہ محمود احمد عباسی نے
خلافت معاویہ و یزید میں مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

چل کر ”اصل حقیقت“ کے زیر عنوان پھر اسی بات کو نئے سرے سے دہرا کر بل فری کی اس طرح کوشش کرتے ہیں۔

”حضرت حسینؑ کا قتل ان کو فیوں نے کیا جو آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے، اس کا ثبوت طبری کی اس روایت سے مل جاتا ہے جس میں اس حادثہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تقریر کا ذکر ہے طبری ص ۱۱۱۱ء کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے قتل حسین کے سانحہ کی اطلاع پا کر اہل مکہ کے سامنے یہ تقریر کی تھی۔

”اہل عراق میں اکثر مدکر دار اور غدار ہیں ان میں اہل کوفہ بدترین ہیں، جیسے کانہوں نے ان سے بلا پاکہ ان کی مدد کریں گے، جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو ان سے دشمنی کھڑے ہو گئے، واللہ حسین یہ بات نہیں سمجھے کہ اس انہو کثیر ہیں ان کے خلص سامتی بہت تھوڑے ہیں۔“

ان کے بقیہ اہل خاندان نے بھی ان کے قتل کا الزام کو فیوں پر ہی عائد کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی کو فیوں کی غداری کو ہی قتل کا موجب بتایا اور اس وقت کی پوری سلاسل دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا، چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی دجہ سے ملامت کے خلاف بغاوت کی وہ ان میں سے کسی نے خلیفہ یا اس کے عمال پر حضرت حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی؟

(داستانِ کربلا“ ص ۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو تقریر ”داستانِ کربلا“ صاحب نے نقل کی ہے غور فرمائیے! اس میں کہاں یہ ذکر ہے کہ ”آپ کو اپنی ساٹھ کو فیوں نے شہید کیا ہے جو آپ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے گئے تھے“ کیا ان ساٹھ افراد کے علاوہ کوفہ میں اور کوئی متنفذ نہیں بستا تھا؟ کیا کوفہ کی آبادی اس ان ہی ساٹھ نفوس پر مشتمل

تھی؟ کیا یزیدی لشکر جس کی نفری چار ہزار تھی اور جو عمر بن سعد کی سرکردگی میں ابی زیاد کے حکم سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے آیا تھا کوفہ سے نہیں آیا تھا؟ کیا اس فوج کے افراد کوفہ کے رہنے والے نہ تھے؟ کیا شمر کوئی نہ تھا؟ کیا عمر بن سعد کوفہ سے نہیں آیا تھا؟ کیا عبید اللہ بھی زیاد اس وقت کوفہ کا گورنر نہ تھا؟

یہی کوئی تو تھے جو ابن زیاد کی ترغیب و تحریص پر عمر بن سعد کے

زیر کان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لئے آئے

یہی ان بہتر نفوس کے قاتل ہیں جن میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے اہل بیت اور وہ ساتھ کوئی شامل ہیں جو حضرت ممدوح کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے ”داستان کو“ صاحب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت کرام کے خون کا الزام غلیظ یزید، اس کے براحوال قتال اور یزیدی دستہ فوج کی بجائے جو تمام ترکو فیوں پر مشتمل تھی اور جس کو ابن زیاد نے زور و زبر سے رام کر کے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا، ان کوئی شہیدان کربلا پر ڈالنا چاہتے ہیں جنہوں نے بڑی بہادری کے ساتھ برضا و رغبت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانیں قربان کیں، ظاہر ہے جو شخص جھوٹ بولنے سے ذرا نہ شرماتا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت جوڑنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہتمم کرے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو ٹھنی سازش کا نتیجہ قرار دے کر اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور افراد بنی ہاشم کو ملوث کرے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بلوایوں کو کسانے اور ان کی قیادت کرنے کا الزام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عائد کرے

اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت کے سلسلہ میں بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور ان حضرات کے صاحبزادگان حضرات حبیبہؓ، حضرت محمد بن طلحہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ذمہ وار ٹھہرائے اس سے اس کے سوا اور کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ خود ”شہداء کربلا“ کو حضرت حبیبہؓ اور ان کے اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتلائے ایسا شخص جتنا بھی جھوٹ بولے کم ہے! انوس ان سادہ لوح حضرات پر ہے جو اس مجلس کے جلسوں کی صدارت کرتے ہیں، اس کے کتا بچوں پر تقریظیں لکھتے ہیں، ان کی مالی امداد کے اس کے ان کتا بچوں کو جو جھوٹ کی پوٹ میں پھوساتے ہیں اور پھر ان کو خرید کر بانٹتے اور تقسیم کرتے ہیں۔

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة وان كنت تدري فالمصيبة اعظم
 اگر تم جانتے نہیں تو یہ مصیبت ہے اور جو جانتے ہوئے (ایسا کرتے ہو) تو بھڑکتی
 ہی بڑی مصیبت ہے۔

”داستان گو“ صاحب کو اتنا بھی یاد نہ رہا کہ میں پہلے یہ لکھ آیا ہوں کہ
 ”بہر حال عمر بن سعد اور شمر نے خاندان علیؓ کی نعشوں کو اکٹھا کیا، ان کی
 ناز جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔۔۔
 خاندان علیؓ کے بچے کچھ افراد و خواتین کو کوفہ لاکر آرام سے رکھا، جو لوگ زنجی
 ہو گئے تھے ان کا علاج کیا۔

کوفہ میں بعض شیعیان علیؓ نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات
 کی اپنی ہمدردیاں بتائیں، انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا

”داستان گو“ کی اس افتراء پر دوازی کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو رسالہ اکابر صحابہ پر بہتان
 ملاحظہ فرمائیے۔

کو مکہ چلے جائیں، لیکن حضرت حسینؑ کے صاحبزادے زین العابدینؑ نے
چینیں زخمی کر کے کوئی سمجھتے تھے کہ مر چکے ہیں مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ
گئے تھے اور اب کوفہ میں ابن زیاد، عمر بن سعد اور ثمر ذی الجوشن کی سر
پرستی و دیکھ بھال میں علاج کرا رہے تھے۔ فرمایا

”میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے
ہی میرے پدر بزرگوار کو خطوط کھج کر اور فریب دے کر ہلایا
اور ان سے جنگ کر کے انھیں مار دیا، اے خدا رو! اے
مکار و ایں ہرگز تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا، ہرگز تمہارے
قتل و قہر پر تمہارا نہیں کروں گا، میرے باپ اور میرے
اہل خانہ ابھی کلی تمہارے کمر سے قتل ہوئے ہیں میں سے نہیں
بھول سکتا ہوں۔“ (شیعہ کتاب، جلد ۱، لیون باب ۱۵۱)
نہی جواب سیدہ زینبؑ نے دیا، آپؑ نے یہاں تک کہا
کہ تم ہمارے پاس گریہ و ماتم کرتے ہوئے آئے ہو حالانکہ تم نے
یہی نہیں قتل کرایا ہے، جاؤ یہ مار کا دھبہ اب رونے سے
زائل نہیں ہو سکتا۔ (شیعہ کتاب، جلد ۱، لیون باب ۱۵۱)

”فاطمہ بنت حسینؑ نے بھی یہی زبرد توہین کی“ (داستان کربلا ص ۶۱، ۱۲۷)

”داستان گو“ صاحب اپنی بنائی ہوئی داستان پر غور کر کے فرمایا بتائیں کہ حضرت
زین العابدینؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت فاطمہ بنت حسینؑ رحمہم اللہ تعالیٰ کے پاس کوفہ میں
جو بعض شیعیان علیٰ تحفیہ طور سے ملاقات کے لیے آئے، اپنی ہمدردیاں بتائیں اور
انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ کہ چلے جائیں، اور جن کے غلام مشورہ
اور ہمدردیاں بتانے سے ان تینوں حضرات نے برہم ہو کر ان سے گفتگو کی جو داستان گو

صاحب نے ”ملار الیون“ کے حوالہ سے نقل کی ہے، کیا یہ وہی مرد ہے جسے جو دوبارہ زندہ ہو کر ان حضرات کے پاس آ گئے تھے جن کو بقول ان کے ابھی کل شام غیر گھیر کر اوپر پکڑ کر عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن اور ان کے شکریوں نے قتل کر ڈالا تھا اور ان کے دستہ کے بعض سواروں نے ان کی شعلوں کو پامال بھی کیا تھا، تاکہ جبریت کا سامان بن جائیں، یعنی وہی ساٹھ کو فی ”شہداء کربلا“ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کہ جس کو ”حیات النور“ صاحب حضرت حسین اور ان کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قائل بتاتے ہیں یا یہ وہ لوگ تھے جو حمید اللہ بن زیاد کے دباؤ میں اگر عمر بن سعد کی لابی میں اور شمر کی حمایت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ہاتھاروں سے لڑنے آئے تھے اور جو واقعی حضرات ”شہداء کربلا“ کے اصل قائل تھے اور اس لیے بہا طور پر زجر و توبیخ کے مستحق اور لعن طعن کے قابل تھے، اس لیے ان کو جنتی بھی سرزنش کی جاتی کہ تم تھی۔

اب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تقریر کے اصل الفاظ بھی پڑھ لیجئے جس کو احمد حسین کمال نے مؤرخ طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس پر غور کیجئے کہ یہ صاحب زیب داستان کے لیے صورت واقعہ کو مسخ کرنے میں کیا کمال دکھاتے ہیں تاریخ طبری کی عبارت درج ذیل ہے

لما قتل الحسين عليه السلام جب حضرت حسین علیہ السلام قتل کر دیے گئے
قام ابن الزبير في اهل مكة تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اہل مکہ
وعظم مقتله وعاب اهل مكة کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی اور ان کے
انكوفة خاصة ولام اهل العراق قتل کو بہت بڑا سانحہ قرار دیا، اہل کوفہ کا خصوصیت
عامة، فقال بعد ان حمد الله و کے ساتھ عیب بتایا اور عمومی طور پر اہل عراق
اشنى عليه وصلى على محمد صلى کو عمت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد
الله عليه وسلم ان اهل العراق و ثنا کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فزود

مُذَرِّ فُجْرٍ اَلَا قَلِيْلًا وَاَنْ اَهْلُ
 النُّكُوْفَةِ شُرَكَاءُ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَاَنْهُمْ
 دُمُوْا حَسِيْنًا يَنْصُرُوْهُ وَاِنْ يُوْلُوْهُ
 عَلَيْهِمْ ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ نَارُوا
 اِلَيْهِ ، فَقَالُوْا لَهٗ اِمَّا اَنْ تَضُمَّ يَدَكَ
 فِىْ اَيْدِيْنَا فَنَمُتْ بِكَ اِلَى ابْنِ زِيَادٍ
 بَنِ سَمِيْعَةَ سَلْحًا فَيَمْنٰى فَيَلٰكُ
 حَكْمَةً وَاِمَّا اَنْ تَحَادِبَ ، فَرَأٰى
 وَاَلَلَهُ اَنَّهُ عُرُوْا وَاَعْدَابُهُ قَتِيْلٌ
 فِىْ كَثِيْرٍ ، وَاَنْ هَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ
 لَمْ يَطْلِعْ عَلَى الْغِيْبِ اِحْدًا اَنَّهُ
 مَقْتُوْلٌ ، وَلٰكِنَّ اَخْتَارَ الْمَبِيْتَةَ
 الْكَرِيْمَةَ عَلَى الْحَيَاةِ الذَّمِيْمَةِ
 فَرَحِمَهُ اللّٰهُ حَسِيْنًا وَاَخْرٰى ،
 قَاتِلِ الْحَسِيْنِ ، لِمَعْرٰى لَقَدْ كَانَ
 مِنْ خَلَافِهِمْ اِيَّاهُ وَاَنْ
 غَضِبْنَا عَنْهُمْ مَا هَانَ فِى
 مَثَلِهِمْ وَاَعْظَمَ وَاَنَّهُ عَنْهُمْ
 وَابْعَدْنَا مَا حَرَّمَ نَازِلٌ
 وَاِذَا اَسْرَأَ اللّٰهُ اَمْرًا لَّنْ
 يَدْفَعُ اَبْعَدَ الْحَسِيْنِ

بھیجنے کے بعد فرمایا کہ اہل عراق میں قلیل تعداد کو
 مستثنیٰ کر کے اکثر خدا راورد بدکار ہیں اور کو فو لہ
 تو اہل عراق کے بدترین لوگ ہیں ، انھوں نے
 حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے بلایا
 تھا کہ ان کی مدد کریں گے اور انی کو اپنا ولی بنائیں
 گے ، پھر جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو ان
 کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے مطالبہ
 کرنے لگے کہ یا تو آپ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں
 پکڑائیں تاکہ ہم آپ کو گرفتار کر کے بھرتہ بن
 زیاد بن سمیہ کے پاس پہنچا دیں اور وہ اپنا حکم
 آپ پر چلائے ورنہ آپ جگ کے لیے تیار
 رہیں ، سو بخدا حسین نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ان
 کی کثیر تعداد کے مقابل میں آپ کی اور آپ کے
 اصحاب کی تعداد قلیل ہے اور گو اللہ عزوجل
 نے کسی کو غیب کی خبر نہ دی کہ وہ ضرور قتل ہو کر
 رہے گا ، تاہم آپ نے عزت کی موت کو ذلت
 کی زندگی پر ترجیح دی ، اللہ تعالیٰ حسین پر رحمت
 نازل فرمائے اور ان کے قاتل کو رسوا کرے
 بخانہ می اہی لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ
 عنہ جیسے شخص کی جس طرح سے مخالفت اور
 نافرمانی کی وہ ان کے طرز عمل سے نصیحت پکڑتے

نظمن الی هؤلاء القوم و
نصدق قولهم و نقبل
لهم عهداً ! لا ولا
نراهم لذالک اھلا
اما والله لقد قتلوه،
حلوياً باللیل قیامہ
کثیراً فی النهار صیامہ
احق بما هم فیہ منهم
۱۔ اولی بہم فی الدین و
الفضل، اما والله ما
حان یبدل بالقرآن
النساء ولا بالبکار من خشية الله المدا،
ولا بالصیام شرب الحرام، ولا
بالحال فی خلق الذکر
الركض فی تطلاب الصيد
یعرض بیزید فسوف
یلقون غتاً۔
تاریخ الطبری ج۔

ص ۴۴۵، ۴۴۶

اور ان سے روکنے کے لیے کافی تھا لیکن جو تقدیر
میں ہوتا ہے پورا ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ
تعالیٰ کسی معاملہ کا ارادہ فرمالتے ہیں تو اس کو
ہرگز مالا نہیں جاسکتا، سو کیا اب حسین کے بعد
بھی اس حکمران قوم پر اطمینان کریں ان کے قول
کی تصدیق کریں اور ان کے ہمد کو قبول کریں نہیں
ہیں ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے، خدا کی قسم
انھوں نے اس حسین کو قتل کیا جو رات کو دیر
تک نمازوں میں گھرے رہتے اور دن میں کثرت
سے روزے رکھتے تھے اور جو اقتدار ان کو ملا
ہے وہ اس کے ان سے زیادہ حقدار اور دین
اور فضل کے اعتبار سے زیادہ مستحق تھے، بخدا
وہ تلاوت قرآن کی بجائے گانے بجاتے اور
خوف الہی سے، روزہ کی بجائے لڑتے اور سرور
کا شغل نہیں رکھتے تھے، نہ روزوں کی بجائے
شراب خواری میں مصروف رہتے تھے، نہ ذکر
الہی کی مجالس کو چھوڑ کر شکار کی جستجو میں گھوڑے
کو اڑ لگایا کرتے تھے، یہ سب باتیں یزید پر ظن
تھیں، مثنوی لوگ مغرب و آخرت میں اذیابی
دیکھیں گے۔

اس تقریر کو پھر پڑھیے، یہ یزید اور اس کی کوئی فوج کا بیان ہو رہا ہے، یا حضرت

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی "شہداء کربلا" کا، یہ شغل بے نشئی، یہ سیر و شکار کی مصروفیت، یہ نغمہ و سرود کے مشغلے کس کے کردار پر طعنے ہیں، کیا مزید کے کردار پر نہیں؟ جس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر سن کر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا اور پھر ابن زیاد نے کوفیوں کو ترغیب و ترمیب سے حضرت ممدوح سے غداری پر آمادہ کیا اور عمر بن سعد کو سالار لشکر بنا کر آپ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اسی حکومت اور اس کے کارندوں کے بارے میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں پر ہم کیونکر اطمینان کریں اور ان کی باتوں کو ہم کس طرح سچ جانیں اور ان کے وعدہ و بیان پر کس طرح اعتماد ہو کہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت کو قہرِ شیبہ کیا اور مزید جیسے بدکردار کے تابع فرمان ہیں، کیا اس تقریر میں قتل حسین کی ذمہ داری مزید پر نہیں ڈالی گئی؟ مگر "داستان گو" صاحب داستان سرائی میں مصروف اور افسانہ نویس میں کم ہیں۔

مزید کی برائت کے سلسلہ میں داستان سرائی (۴) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

شہادت پر مزید اور مزید حکومت کے خلاف آپ کے یوم شہادت سے لے کر آج تک جو احتجاج ہوا اس سے پوری اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے مگر "داستان گو" صاحب ابھی تک اس سے انجان بنے ہی تحریر فرماتے ہیں

"اس وقت کی پوری اسلامی دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا، چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی وجہ سے خلافت کے خلاف بغاوت کی، ان میں سے کسی نے بھی خلیفہ یا اس کے عمال پر حضرت حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی" (داستان کربلا ص ۲۵)

حالانکہ خود بدولت ہی اپنے پہلے کتابچہ "حضرت عثمان کی شہادت کیوں اور کیسے؟"

میں یہ تحریر فرما چکے ہیں کہ

”حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی دینی، سیاسی اور تاریخی عظمت سجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم، لیکن حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی شہادت کے جس سازشہ پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور پر حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہ کے قتل کرنے کے اندرونی دباؤ اور مطالبہ سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو سکتی تھی، جیسا کہ واقعہ قتل حسین کے بعد ہو گئی“ (ص ۳۰)

تعب ہے کہ یہ مان لینے کے بعد بھی کہ

”واقعہ قتل حسین کے بعد امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو گئی“

داستان کربلا کہنے بیٹھے تو سب کچھ فراموش کر کے بالکل اسجان بن گئے سچ ہے دروغ گو را حافظ نہا شد

اب ذرا کمال صاحب اپنے حافظ پر زور ڈال کر سوچیں کہ امت یزید اور اس کے بد اعمال عمال حکومت کے خلاف ہو گئی ہے یا ان ساٹھ کوئی ”شہداء کربلا“ کے کہ جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں درجہ شہادت پر فائز ہو کر داخل جنت ہوئے خاندان حسینی کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ (۷) اور ”داستان گو“ صاحب نے جو یہ بات

بڑے غرے لٹے کی بیان کی ہے کہ

”خلیفہ یزید نے اپنے والد حضرت معاویہؓ کے طریقے کے مطابق حضرت حسین کے صاحبزادے علی المعروف زین العابدین اور دوسرے افراد

خاندان کے بیش بہا وظیفے مقرر کر دیے اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔
(”داستان کربلا“ ص ۱۲)

اگر یہ بات صحیح ہے تو ”داستان گو“ صاحب ذرا بتائیں کہ یہ پیش بہا وظیفے یزید نے اپنی ذاتی اور خاندانی جاگیر سے مقرر کیے تھے یا حکومت کے بیت المال سے، اگر بیت المال سے مقرر کیے تھے تو حضرت زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان ان پیش بہا وظیفوں کے مستحق بھی تھے یا نہیں، اگر مستحق تھے تو پہلے سے کیوں مقرر نہیں کیے اور اگر غیر مستحق تھے تو یزید کو مسلمانوں کے بیت المال میں بے جا تصرف کرنے کا کیا حق حاصل تھا جو اس نے اپنی طرف سے ان کے بیش بہا وظیفے مقرر کر دیے اور یہ حضرات کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔

یزید کی جانشینی کی زالی توجہ (۸) ”داستان گو“ صاحب نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں یہ داستان

گھر خنے کے بعد اس کے پس منظر میں واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ”حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ سکے، ہواپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ واستصواب رائے کر کے اپنے بیٹے یزید کے لیے جانشینی کی جمیعت عام لے لی۔

چونکہ مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ بلاد عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا کوئی فرد ہو نیز بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے

نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دئے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنا دیا تھا، اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول و ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کے امیر نذیر کی ولی عہدی کی بیعت عام لے لی۔

اس دوران کوفہ میں رہنے والے قاتلان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؑ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ اگر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورت حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ ”میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے

درپے ہوں“ (اخبار الطوال)

نتیجہ میں حضرت معاویہ کی وفات ہو گئی، آپ کے بعد امیر نذیر جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لیا شروع ہوا اور حضرت حسین کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ ”مجمع عام میں بیعت کی جائے، وہیں میں بھی بیعت کروں گا۔“

(طبری۔ اخبار الطوال)

لیکن دوسرے دن آپ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے، آپ کے ہمراہ آپ کی ہمیشہ گمان ام کلثوم، زینب، آپ کے برادران ابوبکر جعفر اور عباس اور آپ کے برادر زادگان یعنی فرزندان حضرت حسن بھی تھے، البتہ آپ کے

ایک بھائی محمد بن حنفیہ اور بہت سے اہل خانہ ان ساتھ نہیں گئے، مدینہ کے کوڑے اور حکام نے کوئی قرض نہیں کیا اور حضرت حسین کو ان کے اہل خانہ کے ساتھ کہ چلے جانے دیا، راستہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ جواب دیا کہ جا رہا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کہیں کوڑے کے شیعان علیؑ کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ جو سوک کیا اُسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا۔ (اخبار الطوال)

کوڑے کے شیعان علیؑ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؑ، مدینہ کی بیعت کے بغیر مدینہ سے کہ آگئے ہیں تو انہوں نے سلیمان بن صرد کے گھر جیسے کہ مشورہ کیا اور عبداللہ بن سلیمؓ ہمدانی اور عبداللہ بن وداک سلمیٰ کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو بھیجا کہ

”آپ کو ذہن آئیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نھان بن ابیشر کو جو انصاری ہے نکال دیں گے“

حضرت حسینؑ کے پاس صبح یہ دونوں قاصد پہنچے اور شام کو مزید دو قاصد پہنچاں پہنچاں خطوط جن پر دو دو چار چار اشخاص کے دستخط تھے لے کر پہنچ گئے مضمون ایک ہی تھا کہ کوڑے تشریف لائیے اور بیعت لیجئے، غرضیکہ ہر روز صبح و شام کوڑے سے آنے والے قاصدوں کا تانا باندا گیا، حضرت حسینؑ نے ان تمام خطوط کو بحفاظت رکھا اور اپنے بھائی مسلم بن عقیلؓ کے ذریعہ ایک خط اہل کوڑے کے نام جواب میں بھیجا کہ ان آمدہ خطوط کی تصدیق ہو جائے۔ (اخبار الطوال)

بعد کے واقعات اور انجام آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں (دلائل کریمہ ص ۲۴۱)

”داستان گو“ صاحب کو ایک ہی سانس میں متضاد باتیں کرنے میں ذرا باک نہیں چنانچہ جہاں وہ یہ فرما رہے ہیں کہ

”بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دیے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنایا تھا (ص ۶۱) اسی کے ساتھ بلا توقف یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ

”اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول و ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کر کے امیرِ یزید کی ولی عہدی کی بیعت عام لے لی (ص ۶۱) نیز یہ کہ حضرت معاویہ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر ملائوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ و استصواب رائے کر کے اپنے بیٹے یزید کی جانشینی کی بیعت عام لے لی“ (ص ۶۱ و ۶۰)

ناظرین! جانے غور ہے جب بقول ان کے ”نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات ہی معدوم تھے“ تو یہ ”ان ہونی“ کیسے ہوئی اور یزید کے بارے میں استصواب عام کیوں کر ممکن ہوا؟ ایسی صورت میں اصحاب رسول و ازواج برل (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کی آخر کی صورت ہوئی؟ اور اگر استصواب عام ممکن تھا جیسا کہ بقول ”داستان گو“ کے یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں ہوا، بلکہ یزید کے مرجع جانے پر بھی اس کے بیٹے معاویہ نے خلافت کا مسئلہ استصواب ہی پر رکھا، چنانچہ خود ”داستان گو“ کا بیان ہے کہ

”خليفة يزيد کے بعد ان کے صاحبزادہ معاویہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کرنا چاہی، معاویہ نے مجلس شوری سے کہا کہ وہ خود کو اس منصب کے لیے اہل نہیں پاتے، اس لیے مسلمان باہم مشورہ سے کوئی بہتر شخص منتخب کر لیں

(ص ۲۶)

تو پھر یزید کی دلی عہدی کی بیعت لینے کی بجائے اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بھی یہی طریق کار اپنایا جاتا تو آخر اس میں کیا قیامت تھی کہ امت مشورہ عام سے جس شخص کو چاہتی خلافت کے لیے منتخب کر لیتی آپ خود ہی صوبہ میں کہ معاویہ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ طرز عمل لائق تسائش ہے یا یزید کی بے وقت کی ولیعہدی کی بیعت جس کی توجیہ میں ”داستان گو“ صاحب سرگرداں ہیں مگر کوئی بات بنائے نہیں بنتی (۹) چنانچہ کتاب وسنت سے یزید کی ولیعہدی کا کوئی معقول جواز پیش کرنے کی بجائے ”داستان گو“ صاحب اس سلسلہ میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے کہ

”چونکہ حکومت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ بلاد عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا فرد ہو۔۔۔۔۔ ایسے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا“

(ص ۲۱)

واقعی یزید کی دلی عہدی کی جناب نے بہت ہی عمدہ وجہ بیان کی

ع پبلی پھر کٹھنی نگہ انتخاب کی۔

جناب کی تصریح سے واضح ہو گا کہ ”اہل عجم“ کی اطاعت کی خاطر یزید کی دلی عہدی کا مسئلہ کھڑا ہوا اور اس بار سے میں ”اہل عجم“ کا اتنا پاس و لحاظ کیا گیا کہ امور سلطنت میں بھی بالکل انہی کا طریقہ اپنایا گیا۔

تعب ہے کہ آپ کے مدد و یزید کی دلی ہمدی کے بارے میں تو اہل غم کا اتنا خیال رکھا جائے، مگر ”مجلس حضرت عثمان غنی“ ان ہی ”اہل غم“ کے اتنے غلام ہو کر ان کے کفر و زندہ و لہاق کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اس کا قیام عمل میں لے چنانچہ ”داستان کربلا“ کے آخر میں مجلس کے تعارف اور پروگرام کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ

”چونکہ اولین اہل قلم مولانا ابنین عجمی اقوام میں سے ہوئے ہیں جن کی شوکت و حکومت اور جو دھراہٹ مخالفت اسلام کے سبب الی ہی مقدس صحابہ کرام کے ایقان عزم و ہمت اور خلا دی باتوں پر ہند ناک ہوئیں بارہمیں انھوں نے اپنے کفر و زندہ اور جذبہ استقام کو لہاق کی خوشنما چادر میں چھپا کر صدر اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہ اور عین امت کے حسین کردار اور حقیقی خدوخال پر مفتریات و کذب بات کی گہری تہیں بیٹھ گئیں، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصل زندگی منظور نظر اور اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کہنا چاہیے۔“ (ج ۱ ص ۳۰۳)

اب خود ہی سوچ لیجئے کہ کیا ابنی اولین اہل غم کی خوشنودی کے لیے ”یزید“ کی دلی ہمدی کی بیعت کی گئی تھی؟ اور کیا الی ہی کی اطاعت کی خاطر ان کے رسم و رواج کو اپنایا گیا تھا، خوب جناب نے یزید کی دلی ہمدی کی تحقیقی کا حق ادا کیا۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

(۱۰) یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ پہلے ”داستان گو“ صاحب اس بات پر طنز کر چکے ہیں کہ

”حضرت علیؓ کی وفات اور تدفین کے بعد لوگ حضرت حسنیؓ کے پاس مسجد میں حجب ہو گئے اور ان کی بیعت کی“ (داستان کربلا ص ۱۴)

چنانچہ ان کے الفاظ ہیں کہ

”حضرت علیؑ کے بعد ان شیعان نے حضرت علیؑ کے بڑے صاحبزادے

حضرت حسنؑ کو ان کا جانشین خلیفہ بنا کر باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی

کی رسم قائم کی“ (دستاویز کربلا ص ۱۵)

خود فرمایے! یزید کی ولی عہدی کے لیے تو تو جیساں گڑھی جاتی ہیں اور حضرت حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولی عہدی پر طنز کیا جاتا ہے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

اگر حضرات صحابہ و تابعین برضا و رغبت بیعت کر لیں اور تمام اہل سنت والجماعہ باحسان

ان کو خلیفہ راشد مان لیں، تو یہ بات قابلِ تکریر ہے کہ باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی کی رسم

ظاہر ہوتی ہے، لیکن اگر یزید کو اپنے باپ کی ہی زندگی میں ولیعہد بنا دیا جائے تو لائقِ تحسین

ہے، قرینِ مصلحت ہے، کیونکہ ”مجلس عثمانی“ کے شیعانِ اموی کی نظر میں یہی صورت

میں باپ کے بعد بیٹے کی ولیعہدی کی رسم ”یا تو سرے سے وقوعِ بغیر ہی نہیں ہوتی

یا پھر عینِ صواب ہے پھر یہ کہنا بھی غلط کہ ”ولی عہدی کی رسم قائم کی“

ولیعہد اور خلیفہ میں جو فرق ہے سب کو معلوم ہے ”دستاویز کو“ صاحب کو علم

نہ ہو تو اور بات ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر حضرت حسن رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو کسی کا ”ولیعہد“ نہیں بنایا گیا تھا بلکہ حضرت مدوح سے عارضی نے بیعت

خلافت کی تھی اور باتفاقِ اہل سنت و جماعت جب تک کہ آپ نے عہدہ حکومت

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض نہیں کیا آپ کا شمار خلفاء راشدین میں ہے

آپ کا زمانہ ولیعہدی تو اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے کہ امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو آپ نے زمامِ حکومت سونپی اور اس وقت آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے ولی عہد نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی عہد تھے، یزید کی ولیعہدی

کا مسئلہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اٹھا ہے، اب ہم لوہجہا جاتے

ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور یزید کی ولید عہدی کی بیعت کے دوران
 بتنا عرصہ گزرا اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں آخر بلاد عجم میں
 وہ کوئی فتوحات ہوئیں جن کی بنیاد پر مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ جگہ غالب اکثریت
 والا حصہ اب بلاد عجم پر مشتمل ہو گیا؟ جو اس سے پہلے تھا، نیز اگر یہ بات صحیح ہے
 کہ ”اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو، اس کا بیٹا ہو
 یا اس کے خاندان کا فرد ہو“ تو اس میں یزید بن معاویہ ہی کی کیا خصوصیت تھی؟ کیا غلط
 راشدین حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد و امجاد حکمرانوں کی
 اولاد نہ تھی؟ کیا تاریخ اسلام میں بس پہلے حکمران حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 ہی ہوئے ہیں؟ مزید یہ کہ ”دراستان گو“ صاحب تو یزید کے بعد مروان ہی کو خلیفہ
 مانتے ہیں کیا مروان کے والد بنو کواؤ حکم بھی کبھی کسی زمانہ میں عالم اسلام کے حکمران رہے
 تھے؟ عوام کو اس طرح گمراہ کرنے سے فائدہ!

بنی ہاشم پر افتراء (۱۱) اور جناب نے بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی

طرف جو خلافت کے استحقاق کے ادعا کا دعویٰ منسوب
 کیا ہے، اس کا تاریخی ثبوت کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمرانی سے
 پہلے بنی ہاشم میں دو خلیفہ ہوئے ہیں، ایک حضرت علی و دوسرے ان کے صاحبزائے
 حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور دونوں کا انتخاب خلافت کے لیے ارباب
 حل و عقد نے کیا تھا، ان میں سے خود کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ نہیں کیا
 اور دونوں اہل سنت کے نزدیک خلیفہ راشدین، ان دونوں کے علاوہ یزید کی ولید عہدی
 کے زمانہ تک بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ کیا ہو تو ذرا اس
 کا نام تو بتائیے! خلفاء راشدین کے بارے میں غلط بیانی سے کوئی فائدہ انیز یا غرض
 یہاں بھی لیا جائے کہ ”بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق

کا دعویٰ کیا گیا ” تو اس سے کوئی قیامت ٹوٹ پڑی، خلافت کا حق قریش کے لیے نص سے ثابت ہے کیا بنی ہاشم جو خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں قریش سے خارج ہیں کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں صرف بنی امیہ ہی کے لیے الاٹ کر دی گئی تھی، اور بنی امیہ میں بھی صرف بنو حرب کے لیے جو یزید کی دلی جہدی ضروری ٹھہری؟ وہ اپنے بھی بنو ہاشم کے بارے میں تو جناب کی معلومات قابلِ واد ہیں کہ آپ نے حضرت عبید اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی ” شہادت عثمان غنی کیوں اور کیسے“ میں فوجوں بنی ہاشم میں شمار کیا ہے (ص ۳۶) حالانکہ وہ قطعاً ہاشمی نہیں۔ بلکہ قریشی اسدی ہیں ہاں یہ صحیح ہے کہ روافض خلافت کو بنی فاطمہ کا حق سمجھتے ہیں اور ان کے مقابل بعض فواصص بنی امیہ کا، چنانچہ علامہ ابن عزم نے ”الفصل“ میں لکھا ہے، کہ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اردن میں ایک شخص نے جو اس امر کا قائل تھا کہ منصب خلافت پر فائز ہونا امیہ کے علاوہ اور کسی کے لیے روا نہیں اس موضوع پر ایک مستقل ایضابھی مدون کی ہے (۴۰ ص ۹۰)

حضرت حسین کے بارے میں افسانہ تراشی | (۱۲) اور داستان گو
نے جو یہ لکھا ہے،

” اس دوران کو نہ میں رہنے والے تاقان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آکر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے، حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورتِ حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے پلے ہوں“

(داستان کربلا ص ۲۱ و ۲۲)

(اخبار الطوال)

سو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو ان کو یہ افسانہ تراشا ہی چاہیے کہ قاتلان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا کیونکہ وہ نہ صرف حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے برادر بزرگوار حضرت حسن اور ان دونوں کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں ملوث کرنا چاہتے ہیں، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ :-

”حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور ان کی وفات ۳۹ھ یا ۴۰ھ میں ہوئی ہے اور اسی ”داستان کربلا“ میں ان کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ :

”امر خلافت جو حضرت عثمان کی شہادت کے

بعد ۳۵ھ کے آخر سے مغل ہو گیا تھا اور مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے تھے، حضرت حسن کے اس اقدام سے دہک انھوں نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (۴۱ھ کے شروع میں ۵ سال بعد پھر بحال ہو گیا اور امت ایک ہی خلیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں متحد ہو گئی“ (ص ۱۹)

غرض ۴۱ھ سے لے کر ۴۹ھ یا ۵۰ھ تک پورے نو، دس برس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام قلم و اسلامی کے بلا شرکت غیرے مطلق فرمانروا تھے اور اس لیے ”داستان گو“ ہی کے قول کے مطابق اس وقت

لے کیونکہ شیعان مروان ”مجلس عثمان غنی“ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں نہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سے ان کے عقیدہ کے مطابق امر خلافت مغل رہا۔

”حضرت معاویہ قاتلین عثمان..... اور قسطنطین بازدوں کو دھونڈھ دھونڈھ کر کیفر کر دوار
تک پہنچا لے گئے۔“ (ص ۲۰)

پھر ”قاتلین عثمان“ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت سے کیونکر بچ گئے
شاید وہ یہ جواب دیں کہ

”حضرت معاویہ کے در سے قانون کے بہت سے ساتھی رو پو شس
ہو گئے۔“ (”قاسطن کرہ“ ص ۲۰)

تو پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہے گا کہ خود ان کہے ہی لکھنے کے مطابق
”کو ذمہ میں رہنے والے“ قاتلان عثمان“ کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین
سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت معاویہ کو ان باتوں کا
پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورتحال پر متنبہ کیا الخ“

آخر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ میں حضرت حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی کو کیوں متنبہ کیا؟ جب ان کو ان باتوں کا پتہ چل گیا تھا تو پھر ان قاتلان عثمان“
کو کیوں کیفر کر دیا تک نہ پہنچا یا کہ نہ رہے بالسن نہ بیکے بھڑی۔ ”داستان گو“ صاحب
جھوٹ سے بات کہیں نہ کرتی ہے! معاملہ اور الجھ جاتا ہے!

غلط حوالہ دینے کی تو ”داستان گو“ صاحب سے شکایت ہی کیا، وہ تو ان کی
ہدائی عادت ہی بنے بھڑی کے حوالوں کی تحقیق ناظرین کی نظر سے گزر چکی ہے کہ ”داستان گو“
صاحب نے کس طرح سچ میں جھوٹ لاکر صورت کو افسوس کو مسخ کیا ہے، یہاں بھی وہی
کاروائی فرمائی اور ان اشرف کوفہ پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہور جلیل القدر
صحابی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حجر بن الادبر، حجر الخیر کے نام سے معروف
ہیں) کے قتل کیے جانے کی خبر لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں
مریضہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے، ”قاتلان عثمان“ کی تہمت لگادی ہے، حضرت حجر بن عدی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان اشراق کو ذکا قتل عثمان سے کئی دور کا بھی تعلق نہیں، یہ سب ”داستان گو“ صاحب کی بنائی ہوئی بات ہے، اہل علم ”الاجار الطوال“ سے جس کا ”داستان گو“ صاحب نے حوالہ دیا ہے مراجعت کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت حسین کو مطعون کرنا (۱۳) اور بیعت یزید کے سلسلہ میں جو ”داستان گو“ صاحب کا یہ بیان ہے کہ

”میں حضرت معاویہ کی وفات ہوئی، آپ کے بعد امیر یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لینا شروع ہوا اور حضرت حسینؑ کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ ”مجھے عام میں بیعت کی جائے میں بھی وہیں بیعت کروں گا“ (طبری - اخبار الطوال)

”لیکن دوسرے دن آپ کو کہے لیے روانہ ہو گئے“ (ص ۲۲)

اس کا مقصد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلط گوئی اور وعدہ خلافی سے متهم کرنا ہے۔ ”تاریخ طبری“ اور ”الاجار الطوال“ میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مدینہ سے یہ کہا ہو کہ ”میں بیعت کروں گا“ یہ بات ”داستان گو“ صاحب نے اپنے جی سے بنائی ہے، واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تو اس کو سب سے پہلے اس بات کی فکر تھی کہ اہل لوگوں سے کس طرح بنا جائے، جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہی میں یزید کی ولیعهدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ فوراً ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نام جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا ایک چھوٹے سے پرچہ پر جو بقول مؤرخ طبری ”چوہے کے کان“ کے برابر تھا (کافہنا اذن فادۃ) یہ فرمان لکھ کر بھیجا۔

اما بعد فخذ حسیناً و عبد الله
بن عمر و عبد الله بن الزبیر بالبیعة
اخذاً شديداً لیست فیہ رخصة
اما بعد بیعت کے سلسلہ میں، حسین عبد اللہ
بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر کو پوری سختی کے
ساتھ پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کریں

حتی یایعوا والسلام - انہیں رخصت نہ لے پائے

(تاریخ الطبری ص ۲۳۸) والسلام -

ولید کو زید کا یہ حکم ملا تو وہ فتنہ کے خوف سے گھبرا گیا، مروان اور ولید بن ابی بن تھی، لیکن صاف کی نزاکت کے پیش نظر اس نے مروان کو مشورہ کے لیے طلب کیا اس شقی نے آتے ہی جو مشورہ دیا وہ سننے کے قابل ہے۔

علیک بالحسین بن علی وعبد اللہ
بن الزبیر، فابعث الیہما الساعۃ
فان بایعنا والا فاضرب اعناقہما
قبل ان یعلن الخبر
تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علی
اور عبد اللہ بن زبیر کو بلوا لو اگر وہ دونوں
بیعت کر لیں تو خیر ورنہ دونوں کی گردنیں
بار دو، یہ کام معاویہ کی خبر مرگ کے
اطلاع سے پہلے پہلے ہو جانا چاہیے۔
(الاجار الطوال ص ۲۲۷)

ولید نے مروان کے مشورہ کے مطابق عبد اللہ بن عمرو بن عثمان کو ان دونوں حضرات کو بلانے کے لیے بھیج دیا، جو اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، ولید کا پیام پہنچا تو ان حضرات نے عبد اللہ سے فرمایا تم چلو ہم آتے ہیں، وہ چلا گیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ”اس بے وقت کی طلبی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟“ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

لے الوضیفہ دیخوہی کے الفاظ میں فلا وورد ذلک علی الولید فطع بلم وخاف الفتنۃ
(الاجار الطوال ص ۲۲۷) جب ولید کے پاس یہ حکم پہنچا تو وہ گھبرا گیا اور اسے فتنہ کا
اندیشہ ہوا۔

لے یہ بھی واضح رہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ جمل میں مروان کی جان بخشی کی تھی۔ اس ناسپاس نے اس کا یہ بدلہ دیا۔

”میرا لگان ہے کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا اس لیے بیعت کے لیے ہمیں بلا بھیجا ہے“ اسی زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا ”میں بھی یہی سمجھتا ہوں“ اس گفتگو کے بعد دونوں حضرات اپنے گھروں کو لوٹ آئے گھر پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلاموں اور موافق کو جمع کر کے ”دارالامارۃ“ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان کو ہدایت کی کہ دروازہ پر ٹھہرے رہو اور اگر اندر سے میری آواز سوتو ”دارالامارۃ“ میں آنا یہ فرما کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لائے، ولید نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر سنا کر زید کا فرمان دکھایا اور اس کی بیعت کے لیے کہا، اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعزیت کے بعد فرمایا کہ

أَمَّا سَأَلْتَنِي مِنَ الْبَيْعَةِ فَإِنَّمَا سَأَلْتَنِي بِبَيْعَتِهِمْ مَسْرُومًا لَا يَعْطَى بَيْعَتُهُ مَسْرُومًا وَلَا أَرَاكَ تَجْزِي بِهَا مَنِي سَرًا دُونَ أَنْ تَظْهَرَهَا عَلَي رُؤُسِ النَّاسِ عِلَانِيَةً۔

بیعت کے بارے میں مجھ سے کہا ہے تو مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی میری خفیہ بیعت کو کافئی نہیں سمجھتے جب تک کہ تم برملا لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کرو۔

ولید نے کہا اجل (ہاں ہاں)۔ اس پر آپ نے اس سے فرمایا۔

فَإِذَا خَرَجْتَ إِلَى النَّاسِ وَدَعَوْتَهُمْ إِلَى الْبَيْعَةِ دَعْوَتًا مَسْرُومًا بَيْعَتُكَ دَعْوَتُ دُونِ بَيْعَتِهِمْ سَبَّحَ وَحَدَّثَ تَارِيخُ الْهَرَجِ ج ۵ ص ۳۲۹، ۳۳۰) ساتھ ہی بلا لینا، تاکہ معاملہ یکساں رہے۔

اس عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ ”میں بیعت کر لوں گا“ بلکہ آپ معاملہ کو لوگوں کے اجتماع پر لانا چاہتے ہیں، پھر ابھی بیعت لینا شروع نہیں ہوا۔ جیسا کہ ”داستان گو“ صاحب نے لکھا ہے بلکہ آپ کو بے وقت بولا کہ خفیہ طور پر بیعت لینے کے لیے زور ڈالا جا رہا تھا، جس سے آپ نے حکمتِ علی کے ساتھ

بہلو تہی فرمائی، بہر حال حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو قائل کیا تو اس نے آپ کو ”دار الامارۃ“ سے جانے کی اجازت دے دی، اس پر مروان نے پھر ولید سے کہا

واللہ ان فارقک الساعة خدا کی قسم اگر یہ اس وقت بغیر بیعت کیے ولم یبايع لا قدرت منه تیرے پاس سے چلے گئے تو پھر کبھی بھی تو ان علیٰ مثلها ابداً حتی تکثر سے بیعت لینے پر اس وقت تک قادر نہ ہو القتلى بینکم و بینہ اجس سکے گا جب تک کہ تمہارے اور ان کے امین الرجل، ولا ینخرج من کثرت سے لوگ قتل نہ ہو جائیں اس شخص کو عندک حتی یبايع او تضرب کو قید کر اور جب تک کہ یہ بیعت نہ کر لے یا عنقہ۔ اس کا سر نہ قلم کر دیا جائے، یہ تیرے پاس (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۴۰) سے لکھنے نہ پائے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ہی مروان کی زبان سے یہ سنا کہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے باہر نکل آئے کہ

یا ابن الزرقاء انت اور قناد مروان کی ماں کا لقب، کہے پہچنے تو لعلنی ام هو؟ کذب مجھے قتل کرے گا یا یہ، خدا کی قسم تو جھوٹ بکتا واللہ والٹمت۔ ہے اور گناہ اپنے سر لیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح صحیح سلامت نکل جانے پر مروان بٹا برہم ہوا اور ولید سے کہنے لگا۔

عصیتنی، لا واللہ لا تو نے میری بات نہ مانی، خدا کی قسم اب وہ یمکنک من مثلها کبھی تجھ کو اس بار سے میں اپنے اوپر قابو من نفسہ ابدا۔ نہیں دیں گے۔

ولید نے مروان سے کہا ”مروان یہ زہر و تیج کسی اور کو کر تو میرے لیے وہ بات پسند کر رہا ہے جس میں میرے دین کی سراسر بربادی ہے

واللہ ما احب ان لی ما طلعت
خدا کی قسم حسینؑ کے قتل کے عوض اگر مجھ کو مشرق
علیہ الشمس و غربت عنہ من
و مغرب میں تمام دنیا کا مال اور اس کی سلطنت
مال دنیا و ملکھا، وانی قتلت
بھی لے لو پسند نہیں، سبحان اللہ کیا میں
حسیناً، سبحان اللہ! اقل حسیناً
حسین کو صرف اس لیے قتل کر ڈالوں کہ وہ
ان قال لا ابا یمر و اللہ انی لا ظن
کہتے ہیں ”میں بیعت نہیں کرتا“ بخدا مجھے
امراً یحاسب بدم الحسن لضعف
یقین ہے کہ جس شخص سے قیامت کے دن
المجران عند اللہ یوم القیامۃ
اللہ تعالیٰ کے حضور میں حسین کے خون کھاب
(”تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۴۰“)
لیا جائے گا، میزان میں اس کا پل ہلکا ہو گا۔

اس پر مروان جھلا کر بولا، اچھا تمہاری بی بی رائے ہے تو پھر تم نے ٹھیک کیا۔ یہ
ہے اس واقعہ کی تفصیل جو تاریخ طبری سے نقل کی گئی۔ ”لما صار الطوال“ اور ”تاریخ طبری“
دونوں کا مضمون واحد ہے، فرق ہے تو بس اجمال و تفصیل کا۔ مورخ دیوہی نے
بیان واقعہ میں اجمال سے کام لیا ہے اور مورخ طبری نے تفصیل سے، ”کہ داستان کو“
صاحب کو پوری داستان میں بس آسانی یاد ہے جو ان کی قلم سے نکلا اور پھر ذیہ
داستان کے لیے دونوں کتابوں کے حوالے سے واقعہ کا وہ المناقشہ کھینچا ہے جس
سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دم کا پہلو عیاں ہو کہ انہیں یزید و مروان سے
عقیدت ہے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیر۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کو ”بیعت ظلمات“ سمجھتے تھے
اس لیے وہ اس سے کیوں بیعت کرتے چنانچہ امام ابن خرم غلابی، ”الفصل فی الملل والادوار
والاخیل میں فرماتے ہیں

رَأَىٰ أَنَهَا بَيْعَةٌ ضَلَالَةٌ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے میں
(۲۰۶ ص ۱۰۵ طبع ۱۳۲۱ھ) یزید کی بیعت ”بیعت ضلالت“ تھی۔
اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

انما انکم من الصحابة ورضی صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم میں سے
اللہ عنہم ومن التابعین بیعة یزید بن جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ، ولید اور
معاویۃ والولید وسلیمان لانہم عافوا سلیمان کی بیعت سے انکار کیا وہ اس
غیر من خیسین (ج ۲ ص ۱۶۹) لیے کیا کہ یہ اچھے لوگ نہ تھے۔

”داستان گو“ صاحب نے مؤرخ طبری کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا ہے اس
کی نتیجہ کے سلسلہ میں یزید کے برے کردار پر روشنی ڈالی جا چکی ہے، اس پر دوبارہ نظر
ڈال لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے اس کے بارے میں کیا اظہار خیال فرمایا ہے،

فاظن ابن حزم انہ لسی نے بھی اپنی مشہور کتاب ”مجموعۃ النساب العرب“ میں یزید کے
کردار پر نہایت مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے، جو ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل
ہے فرماتے ہیں۔

ویزید امیر المؤمنین وھان قبیح اور یمامیر المؤمنین جس کے اسلام میں برے

نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی حجۃ اللہ بالہ میں یزید کو داعیان ضلال ہی میں شمار کیا ہے
چنانچہ ان کے الفاظ میں ودعاۃ الضلال یزید بالشام وبقراہ العراق (ج ۲ ص ۲۱۲) اور کتاب کے آخر
میں فرماتے ہیں ومن القرون الفاضلۃ القاقا من ھو منافق او فاسق وھذا الحجاج
ویزید بن معاویۃ ومنتخار (اور قرون فاضلہ میں بھی باجماع ایسے افراد ہو گزرے
ہیں جو منافق یا فاسق تھے جیسے کہ حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار تھے)

الاثار في الاسلام، قتل اهل
 المدينة و افاضل الناس و بقیة
 الصحابة، رضی اللہ عنہم۔ یوم الحرة
 فی آخر دولتہ، و قتل الحسین رضی
 اللہ عنہ و اهل بیتہ فی اول دولتہ
 و حاصر ابن الزبیر رضی اللہ عنہ
 فی المسجد الحرام و استخف
 محرمۃ الکعبة و الاسلام فاماتہ
 اللہ فی تلک الايام، و قد کان
 غزانی ایامہ القسطنطینیۃ
 و حاصرها (ص ۱۱۲ طبع مصر ۱۳۸۲ھ) محاصرہ بھی کیا تھا

کرتوت ہیں، اس نے اپنی سلطنت کے آخری
 دور میں حرہ کے دن اہل مدینہ اور ان کے بہترین شخص
 اور بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا، اور اپنے
 عہد حکومت کے اوائل میں حضرت حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو قتل کیا، اور
 مسجد حرام میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کا محاصرہ کر کے کعبہ اور اسلام کی بے حرمتی
 کی، پھر اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں اس کو موت
 کا فرہ چکھایا، اس نے اپنے باپ کے عہد میں
 قسطنطینیہ کی جنگ میں شرکت کی تھی اور اس کا

واضح رہے کہ ”جمہرۃ الناب العرب“ ”خلافت معاویہ و یرید“ میں محمود احمد عباسی
 کا بڑا اہم ماخذ ہے، عباسی صاحب نے بنو ہاشم و بنو امیہ کی باہمی قرباتوں کو بیان کرتے
 ہوئے اکثر اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے، امام ابی حزم نے صاف تصریح کی ہے کہ حضرت
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل قاتل یرید ہے کہ اسی کے حکم پر، ان کی شہادت عمل میں
 آئی اس دور کے ناصبی اب یزید کو خونِ حسین سے بری کرنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہے
 ہیں اور طرح طرح کی افتراء پر دازی میں مشغول ہیں۔

کتاب کا غلط حوالہ (۱۴) اور ”داستان گو“ صاحب نے ”الانبار الطول“
 کے حوالہ سے جو یہ ارقام فرمایا ہے کہ

”ماستہ میں حضرت عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، جواب
 دیا کہ جا رہا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کہیں کوفہ کے ضلعان

علی کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؛ ان لوگوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا
(اخبار الطوال) (داستان کربلا ص ۲۳)

وہ الاخبار الطوال میں کہاں ہے تصحیح نقل کرنا چاہیے۔ ہمارے پیش نظر "اخبار الطوال" کا جدید طبع شدہ نسخہ ہے جو ۹۴۰ھ میں قاہرہ سے شائع ہوا اور عبد اللہ عامر نے متعدد قدیم نسخوں سے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی ہے اگر "داستان گو" صاحب کو اپنے دعویٰ کی صحت پر اب بھی اصرار ہو تو اصل عربی عبارت پیش کی جائے۔
صحابی رسول حضرت سلیمان بن صرد پر طعن (۱۵) اور یہ "جودستان گو" صاحب نے "اخبار

الطوال" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

”کوفہ کے شیعیان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین و یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ سے کمر آگئے ہیں، تو انھوں نے سلیمان بن صرد کے گھر منہ کر مشورہ کیا اور عبد اللہ بن سلیم جہانی اور عبد اللہ بن وداک سلمی کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو بھیجا کہ

”آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور

یہاں کے حاکم نعمان بن بشیر کو جو انصاری ہیں نکال دیں گے“

(داستان کربلا ص ۲۳)

الخ

تو واضح رہے کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عظیم القدر صحابی ہیں حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں۔

وقد کان سلیمان بن صرد الخزاعی حضرت سلیمان بن صرد خزاعی رضی اللہ عنہ

لے بطور نسخہ میں طباعت کی غلطی سے "الخزاعی" بن جائے الخزرجی" چھپ گیا ہے
القیدہ رشید صفحہ آئندہ

صحابیاً جلیلاً نبیلاً عابداً زاهداً، جلیل القدر صاحب فضل و کمال عابد زاہد
 روی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی تھے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ
 احادیث فی الصیغین وغیرہما علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کی ہیں جو
 و شہد مع علی الصغین۔ صحیحین وغیرہ میں منقول ہیں، صغین کی
 جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (ج - ۸ ص ۲۵۵)
 کے ساتھ موجود تھے۔

اپنی زیادہ سے زیادہ فہمیں اگر جس طرح وارگیر شروع کر رکھی تھی اور خوف و دہشت
 کا سماں پیدا کر کے ہر طرف سے جو ناکہ بندی کر دی تھی اس میں صحیح واقعات کا مخلصین
 کو بھی بروقت علم ہو سکا جو وہ موقع پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 کو آتے اور نہ اس امر کا پہلے سے اندازہ تھا کہ یہ اشیاء حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو راہ ہی میں روک کر اس بیدردی سے شہید کر ڈالیں گے، جیسے کہ خود اہل مدینہ کو بھی حضرت
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح اچانک شہید کر دیے جانے کا خیال بھی نہ تھا،
 بہر حال کوفہ میں ایسے بہت سے مخلصین تھے جو دل سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے ہوا خواہ تھے، مگر انھیں بروقت آپ کی مدد کو پہنچنے کا موقع نہ مل سکا۔
 انہی لوگوں میں یہ بھی تھے، لیکن بعد کو اس کو تاہی پر سخت نادم ہوئے اور

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مگر محمد و احمد عباسی کی تاریخ والی یا غلط بیانی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ حضرت
 سلیمان بن مرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو وہ ”سبائی لیڈر“ بتاتے ہیں اور مسلم بن عقبہ مری کو
 جس کے ہاتھوں مدینہ پاک کی حرمت خاک میں ملی اور سینکڑوں صحابہ تابعین کا قتل عام ہوا
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمر صحابی“ حالانکہ سلف علماء جب اس مسلم کا ذکر کرتے
 ہیں تو بھجائے ”مسلم“ کے اس کو ”مصرف“ یا ”محرم“ کے برے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

میں پابنزار فدائوں کا لشکر لے کر خونِ حسین کا انتقام لینے کے لیے شامیوں کے مقابلہ میں نکلیے۔ یہ لشکر تاریخ میں "قواہین" کے نام سے موسوم ہے، امیر التوہین یہی حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ "عین الوردہ" کے مقام پر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۳۷ھ کو عید اللہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ شروع ہوا اور تین دن تک دونوں لشکروں میں معرکہ کارزار گرم رہا، تیسرے روز ۲۳ جمادی الاولیٰ کو نہایت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے انہوں نے باجم شہادت نوش کیا، اس وقت ان کی عمر تیرانوے سال تھی، رضی اللہ تعالیٰ عنہما بنی ہاشم رضی اللہ عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق انہوں نے تو ان کو کوفہ سے نکال دینے ہی کے لیے لکھا تھا، مگر ناصبیوں کے مدح مروان نے تو اپنی حکومت کی ابتداء ہی حضرت موصوف کے قتل سے کی تھی، چنانچہ امام ابن حزم غامدی "بہرۃ انساب العرب" میں رقمطراز ہیں

والنعمان بن بشیر اول مولود ولدت فی الانصار بعد الهجرة، افتتم مروان دولته بقتله و سبق الیه رأسه من حمص، رضی اللہ عنہ النعمان ولا رضی عن قاتله (ص ۲۶۴) سے راضی ہو اور ان کے قاتل سے راضی ہو

یہ بھی صحابی ہیں، جنگِ صفین میں جنابِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انھوں نے ان کو یمن کا ادریزید نے کوفہ کا گورنر بھی بنایا تھا، یزید کے بعد چونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کر لی تھی اور انھوں نے ان کو حمص کا والی بنا دیا تھا، اس لیے مروان نے ان سے جنگ کر کے ان کو قتل کر ڈالا۔ "داستان گو" صاحب "قواہین" کے واقعہ سے انجان ہیں وہ اپنی داستان

اس وقوعہ کے تین ماہ بعد مختار ثقفی کے قصہ سے شروع کرتے ہیں
داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر (۱۶) چنانچہ "داستان گو" صاحب
 نے واقعہ کربلا کے بارے میں جو داستان

تصنیف فرمائی ہے اس کا ڈراپ سین اس طرح ہوتا ہے۔

”خلیفہ یزیدؓ کی وفات سے حضرت مروانؓ کے خلیفہ ہونے تک دو سال کی
 مدت بنتی ہے، اس مدت میں عبداللہ بن زبیر کا دعویٰ خلافت اور خوارج
 اُجکیں جاری رہیں، لیکن قتل حسین کے متعلق اس دوران بھی کوئی آواز ایسی
 نہیں اُٹھی، جس میں خلیفہ یزید یا بنی امیہ کو اس قتل کا ذمہ دار گردانا گیا ہو،
 حالانکہ حضرت مروانؓ کی خلافت کے قیام تک حضرت حسین کے قتل کے
 واقعہ کو چار سال لُذر پختے تھے، عبداللہ بن زبیر بھی زندہ تھے اور اپنی خلافت
 کے مدعی تھے۔ رمضان ۶۵ ہجری میں مختار ثقفی نامی ایک شخص کوفہ میں آیا
 اور اس نے خون حسین کے انتقام کا خفیہ پروپیگنڈہ شروع کیا،
 اس شخص نے رفتہ رفتہ خفیہ طور سے ایک گروہ اکٹھا کر لیا اور آخر کار
 ۶۶ھ میں حضرت حسین کے قتل کے ۶ سال بعد خون حسین کے انتقام کا
 نعرہ اس نے بلند کیا اب بھی الزام بنی امیہ اور خلیفہ یزید پر نہیں لگایا گیا کہ
 مختار خون حسین کے انتقام کا نعرہ بلند کیا گیا۔

خون حسین کے انتقام کا یہ سیاسی نعرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے
 بعد اموی حکومت کی مخالفت میں موڑ دیا گیا اور پھر جس گروہ نے یا جس شخص

لے سابق میں گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شہادت حسین کے
 معاً بعد یزید کی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور قتل حسین کے سلسلہ میں اس پر کبیر کی تھی۔

نے بھی مسلمان حکومتوں میں خروج و بغاوت کے لیے کرباندھی اس نے قتل حسین کے لعرہ کو ہی اپنا فتور بنایا، اس کے بعد ہی اس واقعہ سے متعلق وہ تمام قصے اور کہانیاں گھڑی گئیں جو آج تک شیعہ اور سنی فرقوں میں مشہور چلی آ رہی ہیں، اگرچہ اہل سنت کے محقق علماء نے ہمیشہ ان گھڑے ہوئے قصوں کا رد کیا ہے اور بہت سے اہل علم و تحقیق شیعہ عالموں نے بھی ان قصوں کو جھوٹا اور من گھڑت بتایا ہے۔

بہر حال یہ ہے کہ بلا کی سچی اور تاریخی داستان ”داستان کربلا“ (۲۶ تا ۲۹)

ہم اس کھلی ہوئی افتراء پر ۱۰ ازی پر جس کو احمد حسین کمال ”سچی اور تاریخی داستان“ بتلاتے ہیں اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ

اے کمال افسوس ہے، تجھ پر کمال افسوس ہے

بھلا اہل سنت کے محقق علماء میں سے کسی ایک عالم کا بھی نام لیا جاسکتا ہے جو اس بات کا قائل ہو کہ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذمہ داری یزید کی اموی حکومت اور اس کے بد اعمال عمال پر عائد نہیں ہوتی بلکہ آپ کے قاتل و ماصل وہ آپ کے ساتھ کوئی رفقاء ہیں جو کہ منظر سے لے کر کربلا تک آپ کے ہم کاب تھے اور جنہوں نے آپ ہی کی رفاقت میں میدان کربلا میں شہرت شہادت نوش کیا اور پھر آپ کی شہادت کے ٹھیک چھ برس بعد آپ کے خوبی ناسخی کی جھوٹی تہمت ناکر وہ گناہ خلیفہ یزید اور اس کی حکومت کے کارندوں کے سر تعویذ دی گئی اور پہلا شخص جس نے یہ تہمت طرازی کی اور پھر اس کا غلط پردہ بگنڈہ کیا وہ مختار ثقفی ہے، چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک ساری امت مسلمہ مختار کذاب کے غلط پردہ بگنڈہ سے متاثر ہو کر اسی غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اصل قاتلوں کی بجائے یزید بے چارہ کو برا بھلا کہتی ملی آتی ہے، اس جرات کے ساتھ غلط بیانی ہمارے نزدیک کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا، یہ الف

یلمہ کی کہانی نہیں، سبط پیغمبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان ہے اس میں افسانہ طرازی اور داستان گوئی، حد درجہ کی گستاخی اور خیرہ چٹپی ہے، ایسی نازیبا حرکت سناری اسلامی دنیا کی دل آزاری کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان ناصیوں کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

حضرت علیؓ و حسینؓ کی تختہ و توہین (۱۷) داستان کربلا، لکھی تھی تو قاعدہ کے مطابق ”داستان گو“

صاحب کو اپنی داستان واقعات کربلا پر ہی ختم کر دینا چاہیے تھی، مگر جس طرح کسی راضی سے موقع بے موقع خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرائے بغیر نہیں رہا جاتا، وہی حال ان کے مقتدی ناصیوں کا بھی ہے کہ یہ بھی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تبرائے بغیر نہیں رہ سکتے اور ”داستان گو“ صاحب ان ناصیوں کے نقیب ٹھہرے، پھر بھلا وہ کیسے اس سے باز رہ سکتے تھے، اس لیے انہوں نے حادثہ کربلا کا ”پس منظر“ بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تختہ و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہے اور دل کھول کر ان دونوں حضرات پر طعن و طنز کیا ہے۔ چنانچہ ”داستان گو“ کے الفاظ ہیں:

”ان شیعان علی نے حضرت علیؓ کو کبھی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑایا کبھی حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے خلاف کھڑا کیا اور پھر خود یہ شیعان حضرت علیؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، آپؓ پر گفرتا فتویٰ مانڈ کیا، ہندوان پر حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کی، حتیٰ کہ چھپ کر ایک دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا، جس سے حضرت علیؓ کی موت واقع ہو گئی۔“

(”داستان کربلا“ ص ۱۲)

خاک بہن گستاخ کیا خوب گویا لعوذ باللہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ، خلیفہ راشد نہیں، علم نبویؐ کے حامل نہیں، فراست دینی سے بہرہ ور نہیں فقہی مسائل سے آشنا نہیں، محض نئے نادان تھے نہ کچھ سمجھ رکھتے تھے نہ شعور جو ان شیعوں کے کہنے میں اگر کبھی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جاڑے اور کبھی ان کے بہکانے سے جناب معاویہ و عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے! اور ہاں ان نامصیوں کے بڑے بھائی خارجیوں کا کچھ ذکر نہیں، شاید دنیا میں ان کا جوہی نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہروان کے مقام یرجی لوگوں نے جنگ کی وہ خوارج نہیں بلکہ ان کو اصعب کے پیش رو "شیعیان علی" تھے، جس کی تقلید میں "مجلس عثمان غنی" نے جھوٹ بولنے پر کمر باندھ رکھی ہے اور حضرت علیؓ کرم اللہ تعالیٰ عنہ کے وجہ کا قاتل مدثر بن بنی لطم مرادی قطعاً خارجی نہ تھا، جیسا کہ اسلامی دنیا آج تک یاد رکھتی ملی آئی ہے جبکہ مجلس کے "داستان گو" کی سچی اور تاریخی داستان کے مطابق "شیعیان علی" کا ایک نسخہ تھا اشارہ اللہ کیا کہنے اس داستان گوئی کے، داستان ہو تو ایسی ہو، کہ جس میں کہیں سچ کا شائبہ بھی نہ نکلتے۔

ایک نئی دریافت | (۱۸۶) اور خلیفہ کیا نئی دریافت ہے

”در اصل یہ شیعیان علی، قاتلان عثمان کا ہی گروہ تھا جو حضرت علیؓ کے گرد جمع ہو گیا تھا، آپ کو خلیفہ بنایا اور خلافت کا مرکز مدینہ سے منتقل کر کے کوفہ لے آیا اور سبائے اس کے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کو مستحکم بننے دیتا، انھیں کبھی حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے لڑا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہؓ سے جاڑا لیا، جب حضرت علیؓ نے چاہا کہ صلح صفین کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں، تو ان شیعیان علیؓ نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک

دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جان برباد ہو سکے

(داستان کربلا ص ۱۵)

(۱) معلوم ہوا، خاک بہن گناخ (ونعوذ باللہ من ہذا الخرافات) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان شیعیان علی کے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں ”کسی مسلمان نے ان سے خلافت کی بیعت ہی نہیں کی، لہذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ”مجلس عثمان غنی“ کے نااصبیوں کی طرح وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کریں ”داستان گو“ صاحب نے اپنی داستان میں یہ وضاحت نہ کی کہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس عقیدہ کے حامل تھے۔ اہل سنت کے عقائد رکھتے تھے یا اہل تشیع کے، جہاں انہوں نے تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی خلافت کے بارے میں یہ ضرریتہ و کذب بات جمع کی تھیں، وہاں اگر وہ دو حرف اس سلسلہ میں بھی سپرد قلم فرمادیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا، امت کو ایک اور نئی بات معلوم ہو جاتی اور خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شخصیت کے بارے میں بھی ان نااصبیوں کا نقطہ نظر واضح ہو جاتا۔

(ب) یہ بھی بتیہ چلا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کوئی با اختیار خلیفہ نہ تھے بلکہ شیعان علی کے ہاتھوں میں جو دراصل طاقتور عثمان تھے بالکل سے بس تھے مگر اس کے باوجود اقتدار سے چپے ہوئے تھے، انہوں نے خلافت کا مرکز مدینہ سے نقل کر لیا اور یہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے آئے، حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو خیر باد کہہ دیا اور ذرا خیال نہ آیا کہ کیا کر رہے ہیں، یہ ”شیعیان علی قاتلان عثمان“ جب چاہتے جس سے چاہتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جا لڑاتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہر وقت لڑنے کو مجبور رہتے تھے کبھی انکار ہی نہیں کیا، جب ان لوگوں نے حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لڑنے کو کہا ان سے لڑنے پہنچ گئے اور جب ”صفین“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائی کو کہا تو

وہاں آکر لڑنے لگے، گویا با اختیار خلیفہ نہیں بلکہ ان "شیعیان علی قاتلان عثمان" کے ہاتھوں کھنڈہ چلی بنے ہوئے تھے، (معاذ اللہ من ہذا کاذب)

(ج) یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اخیر زندگی میں حضرت ممدوح نے چاہا بھی کہ صلح صفائی کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں تو ان "شیعیان علی" نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی کے غلات لغات کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک دن حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جان برد ہو سکے "نخارج" کا اس سلسلہ میں کوئی ذکر نہیں کیونکہ وہ اراکین "مجلس عثمان غنی" کے بڑے بھائی تھے۔ یہ ناجہبی تو صرف حضرت ممدوح کی تحقیق و تجہیل پر قناعت کرتے ہیں اور وہ ان سے دو قدم آگے نعوذ باللہ حضرت کی تکفیر کے مرتکب تھے۔ لہذا "مجلس عثمان غنی" کا فرض ہے کہ اپنے ان محبوب و محترم بھائیوں کی جتنی بھی پردہ پوشی کی جاسکے کرے، کیونکہ ان کا نام لینے سے اندیشہ ہے کہ مسلمان ان کے بزرگوں کی توہین کریں گے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے "مجلس عثمان غنی" کے یہ بد باطن ناجہبی کس کس طرح سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر تبراکرتے ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمان اس کو بھی شیعوں کی تردید ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ شیعوں کی تردید نہیں حضرت علی و حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنے بغض و عناد کا اظہار ہے۔

حضرت حسن کے بارے میں داستان سرانی

(۱۹) اب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں "داستان گو" صاحب نے جو داستان سرانی کی ہے وہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں۔

"حضرت علیؓ کے اہل ان شیعان نے حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو ان کا جائزین خلیفہ بنا کر، باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی کی رسم قائم کی، پھر اس گروہ نے حضرت حسنؓ کے ساتھ بھی سرگشی شروع کر دی، آپ کی امانت کی، آپ کو زخمی کیا، آپ کا سامان لوٹا، جسم پر سے کپڑے تک توڑ دیے۔"

اتالیے حتیٰ کہ گھر میں عورتوں کے سامان و لباس تک پر دست درازیاں کیں،
 بالآخر حضرت حسن نے یہی مناسب سمجھا کہ ان "قاتلانِ عثمان" سے جو شیعیانِ علیؑ
 بن کر ہماری آڑ میں اپنا تحفظ بھی کر رہے ہیں، ہمیں ہمارے بھائیوں اور بھائیوں
 سے لڑنے میں بھی لگے ہوئے ہیں اور جب چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بھی بدسلوکی
 اور شرارت سے باز نہیں آتے چس نبجات حاصل کی جائے اور حضرت معاویہؓ
 کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں مسلمان امت کا متفقہ خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ
 "قاتلانِ عثمان" کو کیفرِ کربلا تک پہنچائیں اور ان کی شرانگیزیوں سے امت
 کو بچائیں۔ (دہستان کر بلا ص ۱۴۱۵)

حضرت علیؑ کے بعد یہی سلوک ان شیعیان نے حضرت حسنؑ کے ساتھ
 کیا، پہلے آپ کو اپنے والد حضرت علیؑ کا جانشین بنا کر آپ کے ہاتھ پر بیعت
 کی، پھر کچھ دن بعد آپ کی توہین کی، آپ پر حملہ کیا، آپ کی ران زخمی کر دی
 اور آپ کا سامان لوٹ لیا، چنانچہ حضرت حسنؑ نے ان کے اس طرزِ عمل سے
 بدول و دایوس اور ہزار ہو کر اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 برادرِ سبستی کا لقب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر حسین
 اور اپنے تمام اہلِ خانہ کی بیعت میث کر لی۔ (دہستان کر بلا ص ۱۴۱۶)

معلوم ہوا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 بھی خلافت کی بیعت کرنے والے یہی "قاتلانِ عثمان شیعیان علیؑ" ہیں، لہذا مسلمانوں کو چاہیے
 کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو بھی خلیفہ راشد ماننے سے انکار کر دیں، اہلِ سنت خواہ مخواہ آج تک ان دونوں
 حضرات کو خلیفہ راشد ماننے چلے آتے ہیں۔

تیز جس طرح ان "قاتلانِ عثمان شیعیان علیؑ" نے لعو ذبا للہ دروغ برگردن گستاخ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھلونا بنا رکھا تھا کہ جس سے چاہتے تھے جب چاہتے تھے حضرت کو لڑا دیتے تھے اور حضرت بلاتامل لڑنے چلے جاتے تھے، اسی طرح انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنا آلہ کار بنا لیا تھا مگر صاحبزادے باپ سے زیادہ ذہین نکلے اور معاملہ کی تک جلد ہی پہنچ گئے، لہذا ان سے نجات حاصل کر لے کی بس ایک یہی راہ سمجھ میں آئی کہ

۱۰ حضرت معاویہؓ کہ ہاتھ پر بیت کر کے انھیں مسلمانوں کا متفقہ خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ وہ قاتلان عثمان کو کفر کو دار تک پہنچائیں اور ان کی شر انگیز لویں سے امت کو بچائیں۔

۱۱ غلط فرمایا آپ نے حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کے اجزاء حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے بسی اور مجبوری کا اس ناہمی ”داستان گو“ نے کیا سماں باز دھا ہے۔ واقعی ڈاکٹر صاحب نے داستان گوئی کا حتی ادا کر دیا، کیا مجال جو کوئی سچی بات درمیان میں آنے پائے، اپنے بزرگ و محترم خارجیوں کے جرائم کو بھی جن کی منسوختی ذریت یہ ناہمی صاحبان ہیں ان ”قاتلان عثمان شیعہ علی“ ہی کے نامہ اعمال میں درج کر دیا، ان خارجیوں نے اگر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو شیعہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کیا تھا، تو کیا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی نہیں کیا تھا؟ کیا وہ ان کی زد سے بچ گئے تھے؟ پھر ان کا ذکر کیوں نہ کیا؟

حضرت حسین کی تحقیق (۲۰۱) بہر حال ”داستان گو“ صاحب یہ باور کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اس صورت حال سے کوئی سبق حاصل نہ کیا اور ”قاتلان عثمان“ کے درغلانے میں اگر ناحق اپنی جان گوانی، جس کی تفصیل ”داستان گو“ صاحب کے الفاظ میں یہ ہے

”حضرت حسین جب شہید ہوئے تو ان کی عمر ۵۵ سال سے تجاوز کر چکی تھی

جوانی کا عہد گزر گیا تھا اور بڑھاپا اچکا تھا، حضرت حسین اس فداکار سلوک کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے جو شیعان علی نے ان کے والد حضرت علیؑ ساتھ کیا تھا۔۔۔۔۔ حضرت علی کے بعد یہی سلوک ان شیعان نے حضرت حسنؑ کے ساتھ کیا تھا۔ (ص ۱۲، ۱۳) حضرت علی کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن ان تمام حالات کو شروع سے دیکھتے چلے آ رہے تھے، قاتلین عثمان کے ارادوں سے واقف ہو چکے تھے (ص ۱۷) قاتلین عثمان کے گروہ کے نرغہ سے جو اپنے آپ کو "شیعان علی" کہتے تھے، آپ نے خود کو اور اپنے اہل خانہ کو نکالا اور مدینہ منورہ جا کر قیام پذیر ہو گئے۔ (ص ۱۹) لیکن قاتلین عثمان "مایوس نہیں ہوئے اور حضرت علی کے اہل خاندان و بنی ہاشم کی نئی نسل کو خلافت کے مسئلہ پر اکسانے کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے حوالہ پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو، اپنی وفات سے پیشتر..... اپنے بیٹے یزید کے لیے ہانیشی کی بیعت عام لے لی۔ اس دوران کوفہ میں رہنے والے "قاتلان عثمان" کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؑ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسنؑ فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آ کر حضرت حسینؑ کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے (ص ۲۰، ۲۱)

نتیجہ میں حضرت معاویہؓ کی وفات ہو گئی آپ کے بعد امیر فرید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی (ص ۲۲) کوفہ کے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؑ، یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں تو انھوں نے اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو لکھ بھیجا کہ آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے (ص ۲۳) حضرت حسینؑ کا قتل ان

کوفیوں نے کیا جو آپ کو کوسے لے کر آئے تھے (ص ۲۴)

غرض جناب ”داستان گو“ صاحب کے بیان کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود ان قاتلان عثمان کے دو غلاموں میں آکر اپنے والد بزرگوار کی طرح طلب خلافت میں جان دے دی اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اگر وہ بھی اپنے برادر بزرگوار کی طرح ”قاتلین عثمان“ کے گروہ کے زہر سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت کو نکال کر زبید کی بیعت کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ ہے وہ تاثر جو ”داستان گو“ صاحب مسلمانوں کو ”داستان کربلا“ لکھ کر دینا چاہتے ہیں

قاتلان عثمانؓ کے بارے میں ضرور می تقفح | یہ بات اچھی طرح

ذہن میں رکھنا چاہیے کہ

”داستان گو“ صاحب بار بار ”قاتلان عثمان“ اور ”شیان علی“ کے الفاظ کی تکرار اس لیے کرتے ہیں تاکہ اہل سنت کے جذبات بھڑکا کر وہ اپنا اوسیدھا کریں۔ یاد رہے وہ ہر جگہ اہل سنت کے ذلیل حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں غلط تاثر قائم کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں

”خليفة ثالث حضرت عثمان حنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی المناک شہادت کے

سامنے نے امت مسلمہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک حصہ ان مسلمانوں پر مشتمل تھا جو حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کر دیا تک پہنچانا

چاہتا تھا اور دوسرا حصہ ان مسلمانوں کا تھا جن میں قاتلین عثمان مل جل گئے

تھے اور انھیں مسلمانوں کے پہلے گروہ سے لڑاتے رہنے کی کاروائیوں میں

مصروف تھے، حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگوں کی اصل وجہ

یہی تھی“ ”داستان کربلا“ ص ۱۶، ۱۷

”داستان گو“ کے اس فریب کو سمجھنے کے لیے اولاً ”قاتلان عثمان“ کے معاملہ پر غور

کیجئے، قاتلین عثمان کے سلسلیں اصل متقی طلب یہ امر ہے کہ واقع میں ”قاتلین عثمان“ ہیں کون؟ کیا وہ چند شر پسند جو اس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہو گئے تھے اور جنہوں نے اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا تھا؟ یا وہ سب مظاہرین جو آپ سے مسند خلافت سے کنارہ کش ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے ظاہر ہے کہ شرعاً اور قانوناً آپ کے قتل کے مجرم وہی اشخاص ہیں جو براہ راست اس فعل شنیع کے مرتکب ہونے خود آپ پر حملہ آور ہوئے یا آپ پر حملہ کرنے میں مدد کی، ایسے لوگوں کی تعداد خود ”داستان گو“ صاحب کے بیان کے مطابق پانچ افراد سے زیادہ نہیں، جن کو وہ شیعوں کی ضد میں ”پنج تن“ کہہ کر پکارتے ہیں، ان پانچوں قاتلوں کے نام ”داستان گو“ صاحب نے یہ لکھے ہیں۔

(۱) محمد بن ابی بکر

(۲) کنانہ بن بشر

(۳) غافقی

(۴) عمرو بن حق

(۵) سواد بن حران

بعد کو ”داستان گو“ صاحب نے کثوم بن نجیب نامی ایک شخص کو بھی قاتل لکھا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کس کا قاتل تھا۔ اگر اس کو بھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل قرار دیتے ہیں تو ان کی ”پنجتن“ کی بھتی غلط ہو جائے گی کیوں کہ اب قاتل ”پنجتن“ کی بجائے ”شش تن“ بن جائیں گے۔ بہر حال ان نامزدگان میں حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے غلط جو ”داستان گو“ صاحب کا مجلس عثمان غنی“ سے شائع کردہ پہلا کتابچہ ”حضرت

(ص ۸۰، ۷۹)

عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟“

تو صحابی ہیں اور معتقین محدثین کی تصریح کے مطابق کسی صحابی رسول کی شرکت قتل عثمان میں ثابت نہیں۔ اسی طرح محمد بن ابی بکر صدیق کے متعلق بھی صحیح یہی ہے کہ وہ قتل کے ارتکاب میں شریک نہ تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دارِ حمی ضرور پکڑی تھی، لیکن جب حضرت مدوح نے یہ فرمایا کہ بھتیجے! اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو یہ حرکت پسند نہ آتی یہ جملہ سننے کے ساتھ ہی وہ شرما کر چپے ہٹ گئے اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ پر دست درازی سے روکنے کی کوشش کی، لیکن کچھ بن نہ پڑا، یہ عجیب بات ہے کہ یہ نامی اپنے امام زید اور مردان کو تو ہر طرح بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے خلاف جو کچھ تاریخ اسلام میں مذکور ہے اس کو سبائیوں کی ہوائی باتیں بتاتے ہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکرؓ کو قتل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک بنانے کے درپے ہیں صرف اس لیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے پاک تھے اور شیعہ بھی ان کو اپنا ہیرو مانتے ہیں اور ان پر ”قتل عثمان“ کی غلط تہمت جوڑتے ہیں، جو خلاف واقع ہے، نا صبیوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برادرِ بنیستی ہونے کی وجہ سے ”خال المؤمنین“ کہتے ہیں اسی رشتہ سے ان کو بھی ”خال المؤمنین“ کہا کریں اور ان کا ادب کیا کریں کیونکہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندِ اچھڑ اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے۔

سودان بن حمران اور کلثوم تمیمی دونوں موقع پر ہی حسب تصریح حافظ ابن کثیر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اب صرف نافعی اور کنان بن بشرؓ دو شخص رہ جاتے ہیں جو موقع واردات سے کسی طرح فرار ہو گئے تھے

بعد کو یہ بھی قتل ہوئے پنا سچہ ابن جریر طبری نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ قاتلین عثمان میں سے کوئی شخص بھی قتل ہونے سے بچ سکا۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب منہ آرانے خلافت ہوئے تو آپ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ اسی واقعہ کی تحقیق تھی، لیکن وقت یہ تھی کہ نہ تو اولیائے مقتول میں سے کسی نے اس وقت دربار خلافت میں استغناء دائر کیا اور نہ قاتلین میں سے کوئی موجود تھا، نہ قتل کی عینی شہادت کسی کے خلاف فراہم ہو سکی، اب کاروائی کی جاتی تو کس کے خلاف کی جاتی، علامہ ابن تیمیہ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ

علیؑ عثمان معذوداً فی ترک قتلہ - حضرت علی قاتلین عثمان کو قتل نہ کرنے میں معذور تھے کیوں کہ عثمان لان شروط الاستبعاد لوجود۔ قصاص لینے کے لیے جو شرائط

(منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۲۹) ضروری ہیں وہ موجود ہی نہ تھیں

ظاہر ہے کہ جب اصل قاتلوں کا پتہ ہی نہ پل سکے تو پھر قصاص کس سے لیا جائے یہ بات تو ہوئی ان لوگوں کے متعلق جو براہ راست اس فعل شنیع کے مرتکب ہوئے تھے۔ اب رہے وہ مظاہرین جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حویلی کا محاصرہ کیا تھا۔ ان کی حیثیت ماعی سے زیادہ نہ تھی ”داستان گوٹے بھی اپنے پہلے کتابچہ ”حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے“ میں جگہ جگہ ان کو باغی لکھا ہے، باغیوں کے بارے میں فقہ اسلامی کا فیصلہ یہ ہے کہ بغاوت سے باز آ جانے کے بعد ان کو بغاوت کی پاداش میں سزا نہیں دی جائے گی، نیز آغاز بغاوت میں بھی جب تک وہ لوگوں کی جان و مالی سے تعرض نہ کریں ان کو زبانی فہمائش ہی کی جائے گی۔ سمجھایا جائے گا، ان کے شبہ کے ازالہ

کی کوشش کی جائے گی تاکہ وہ فساد و بے نواہت سے باز آجائیں، ہاں اگر وہ زبانی فہمائش سے باز نہ آئے اور انہوں نے خوں ریزی میں پیش دستی کی یا باضابطہ لشکر کشی کر کے لڑنے کو موجود ہو گئے، تو پھر ان سے قتال واجب ہے اب حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں خلفاء راشدین کے طرز عمل پر نظر ڈال لیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بین محاصرہ کے وقت بھی باغیوں کو زبانی فہمائش ہی پر اکتفا کی اور ہر طرح ان کے شبہات کے انزال کے کوشش فرمائی۔ کیونکہ اس وقت تک ان کا معاملہ خلیفہ وقت کے خلاف مظاہرہ سے آگے نہ بڑھا تھا۔ اخیر میں چند شر پسند جنگی تعداد چار پانچ افراد سے زیادہ نہ تھی، اچانک اشتعال میں آ گئے وہ چوروں کی طرح پڑوس کی دیوار سے آپ کی حویلی کی چھت پر کودے اور بالا خانہ میں اتر کر آپ کو ٹیپید کر ڈالا، ان میں کچھ عین وقت پر مارے گئے، کچھ موقع پا کر رات کے اندھیرے میں فرار ہو گئے بعد ازاں جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مدینہ کے تمام ہاجرین و انصار نے خلافت کی بیعت کی تو ان مظاہرین نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر کے آپ کی اطاعت اختیار کر لی، بغاوت فرو ہو جانے کے بعد اب ان باغیوں سے باز پرس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فقہاء نے تصریح کی ہے۔

توبة الباعی بمنزلة الاسلام من الحربی فی افادة العصمة والحرمة۔
 جان و مال کی حفاظت اور ان کے احترام کے سلسلہ میں باغی کے توبہ کر لینے اور حربی کافر کے اسلام لے آنے کا ایک ہی حکم ہے و کاب (البحر الرائق شرح کنز) قانون، باب البغاة کیا جانے لگا،
 دولوں کی جان اور مال سے کوئی تعرض نہیں

پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کو ان باغیوں نے امام نہیں بنایا تھا، بلکہ حضرت ہاجرین و انصار نے آپ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا تھا اور آپ کا انتخاب حق خلافت

تو درحقیقت اسی روز متعین ہو گیا تھا جس روز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انعقاد ہوا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنی وفات کے وقت خلافت کا مسئلہ چھ حضرات میں دائر کر دیا تھا اور ان حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو اس کیلئے نامزد کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس منصب جلیلہ کے لیے سب حضرات کی نظروں میں متعین ہیں، لہذا جس اجماع کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے لیے متعین ہوئے اسی اجماع نے اس منصب کے لیے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو متعین کیا، یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہدہ جلیلہ کو قبول کرنے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کی، مدینہ طیبہ کی آبادی آپ سے بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑی، چنانچہ امام ابن حزم ظاہریؒ "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" میں فرماتے ہیں۔

ان علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما ادعی الی
نفسہ بعد قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سارعت طوائف المهاجرین
والانصار الی بیعتہ۔

(ج ۳ ص ۱۰، ۱۱)

اور پھر آپ سے بیعت کرنے کے بعد ان حضرات ہاجرین و انصار نے جس جان نثاری کا ثبوت دیا اس کا اظہار امام موصوف نے ان الفاظ میں کیا ہے

اذ دعا الی نفسه فقامت
منہ طوائف من المسلمین
جیسے ہی جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
اپنی طرف دعوت دی مسلمانوں کی بڑی

عظيمة و بذلوا دماء هم
دونه، و رآه حينئذ صاحب
الامر والاولى بالحق
من نازعه -
(ج ۴ ص ۹۷)

اور آگے چل کر لکھتے ہیں

الذين يابعوه بعد ذلك اذ صار
الحق حقه ، وقتلوا النفسهم
دونه . (ج ۴ ص ۱۰۱)
وہ حضرات جنہوں نے شہادت عثمان کے بعد آپ
سے بیعت کی جبکہ خلافت آپ ہی کا حق تھا اور
پھر آپ کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں
یہی حضرات ہاجرین والصار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رفقاء و جان نثار تھے
جن کو یہ نام بھی ”شیعان علی“ اور ”قاتلین عثمان“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

شیعہ مخلصین کون ہیں

(۲۲) رہا ”شیعان علی“ کا مسئلہ تو واضح رہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ کے شیعہ مخلصین یہی حضرات اہل السنۃ والجماعہ ہیں، یہی آپ کو خلیفہ راشد مانتے
ہیں یہی آپ کی نسبت روحانی اور آپ کے علم کے حامل ہیں غور فرمائیے، تصوف سنی
کے اکثر و بیشتر سلسلے حضرت مجددی کی طرف منسوب ہیں، فقہ حنفی کا دار و مدار زیادہ
تر حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتادی پر ہی ہے
اہل سنت کی کتب احادیث میں تمام خلفاء راشدین سے فیادہ آپ کی مرویات ہیں۔
غلاۃ شیعہ تفسیر، اسماعیلیہ، اشاعریہ اور زیدیہ جو اپنے آپ کو ”شیعان علی“ کہتے ہیں
معض غلط ہے، ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا، نہ
آپ کی تعلیم کو محفوظ رکھا اور نہ یہ آپ کی نسبت کے حامل ہیں نہ ان کا حضرت موصوف
سے کوئی تعلق تاریخ میں ثابت ہے اس سلسلہ میں مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو ملاحظہ فرمائیں

اثنا عشریہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے مراجعت کرنی چاہیے تاکہ حقیقت حال معلوم ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ شیعوں کے تینوں فرقے غالی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لغو ذبا لہ خدا مانتے ہیں، رافضیؒ تہرائی جو حضراتِ شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو غاصبیت سمجھ کر ان پر سب و شتم کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام معصوم سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی صاف تصریح کر دی تھی اور نفی علیؑ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل مانتے ہیں ان تینوں فرقوں کا آپ کے زمانہ خلافت میں ظہور ہو چکا تھا، جس طرح کہ نوارج بھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر سمجھتے ہیں اسی دور میں پیدا ہوئے تھے اور نو اصحاب بھی جن کا کام صرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ اور آپ کے خاندان سے عناد کا اظہار ہے، لیکن امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ نے ان سب گمراہ فرقوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا وہ علامہ شیخ ابن

۱۔ ملاحظہ ہو عند اثنا عشریہ (دس) اور (اٹھارہ) پر فرماتے ہیں

شیعہ جعفری رضی اللہ عنہ علی اہل سنت و جماعت اندک بروش انتخاب میر و ندو ما کے جزیقند و ہر یکہ بہ نیکی یا وہی قند و در عقائد و اعمال اتباع قرآن و حدیث و سیرت انتخاب مینانید۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جعفری شیعہ تو اہل سنت و جماعت سے ہیں کہ ان ہی کی روش پر چلتے ہیں اور کسی کے ساتھ برسر نہیں سب کو نیکی کیا تھا و ذکر ہے کہ ہمارے عقائد و اعمال میں قرآن و حدیث کی اتباع کرتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلتے ہیں واضح ہے کہ شیعہ کے معنی گمراہ ہیں، اس لیے شیعہ علیؑ کے معنی ہوئے حضرت علی کی جماعت اور ظاہر ہے کہ یہ صفت حضرات اہل سنت کی ہے ذکر و افتراء کی ان کو شیعیان علیؑ کہنا ایسا ہی ہے جیسے جہاد کو مومن کہنا یا خاکروب کو ملال غور۔

تیمہ کی زبان سے سنئے۔

وقد عاقب علی بن ابی طالب طوائف الشیعة الثلاثة، فانه حرق الغایة الذین اعتقدوا الاهیة بالنار، وطلب قتل ابن سبار لما بلنه، انه یسب ابابکر و عمر فهرب منه، ودوی عنه انه قال لا اوتق باحد یفعلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری، و قد تواثر عنه انه قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر، ولهذا كان اصحابه الشیعة متفقین علی تفصیل ابی بکر و عمر علیہ۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سلفہ شیعوں کی اسی تینوں پاڑیوں کو منہادی چنانچہ غالی پارٹی کو جو آپ کی "کویت" کی قائل تھی نذر آتش کیا، اور ابن سبار کے بارے میں حبس آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیتا ہے تو آپ نے اس کو قتل کرنے کے لیے طلب فرمایا، لیکن وہ فرار ہو گیا اور آپ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص بھی میرے سامنے اس خیال کا پیش کیا گیا کہ وہ مجھے ابوبکر و عمر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو منہادی کی حد (اسٹی کوڑے)، لٹاؤں گا" اور یہ روایت تو آپ سے بہ تو اترناات ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور پھر عمر" اسی لیے آپ کے شیعہ اصحاب (مخلص رفقاء یعنی اہل سنت) اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر حضرت علی سے افضل تھے (فتویٰ ابن تیمہ ص ۹۴)

۱۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر صلاح الدین نجد نے ابن تیمہ کے اس فتویٰ کو جو نامی شکل میں محفوظ تھا، الجمع الملمیٰ دمشق کے شمارہ ج ۳۸، جز ثلث و الرابعین تصحیح کے ساتھ شائع کیا تھا جس کا اصل سن اور ترجمہ ابن تیمہ ایک ہی کراچی نے ۱۹۶۵ء میں "یزید بن معاویہ ابن تیمہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس فتویٰ کے مترجم جناب ڈاکٹر جمیل احمد صاحب صد شہید عربی کراچی یونیورسٹی ہیں۔

اور خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فلما قتل عثمان وتفرق الناس
 ظهر اهل البدع والفجور، و
 حينئذ ظهرت الخوارج فكفروا
 علي بن ابي طالب و عثمان بن
 عفان و من والا هما حتى
 قاتلهم امير المؤمنين علي بن
 ابي طالب طاعة لله ورسوله
 وجهاداً في سبيله، واتفق الصحابة
 على قتالهم لم يختلفوا في ذلك
 كما اختلفوا في الجمل و صفين۔
 اس بارے میں ان میں باہم کوئی اختلاف نہ تھا۔
 (ص ۲۸)

بہر حال حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جتنے بھی سیاسی یا غیر سیاسی اقدامات کیے ان میں ان نام نہاد شیطان علیؑ کا کوئی دخل نہ تھا، ان سب حضرات کے اصل فدائی اور جان نثار اور ان کی ذاتی عظمت و قدر کرنے والے اور ان سے صحیح محبت والے ہمیشہ سے حضرات اہل السنۃ والجماعۃ چلے آتے ہیں اور وہی ان کے اصل پیرو ہیں، نا جیلوں کو تو ان حضرات سے بغض ہے اور ان نام نہاد ”شیطان علیؑ“ کو ان کی محبت میں وہ غلو ہے جس کی شریعت اجانت نہیں دیتی، نا صبی اور رافضی دونوں جاوہ حق سے دور ہیں۔ اصل صراطِ مستقیم پر حضرات اہل السنۃ والجماعۃ ہیں غرض یہ بات خوب یاد رکھیے اور ”داستان گو“ کے بار بار تائید عثمانؓ اور ”شیطان علیؑ“ کے الفاظ کی رٹ لگانے سے بالکل دھوکہ نہ کھائیے، اس

کا مقصد ان الفاظ کے بار بار دہرانے سے سوائے ابلہ فہمی کے اور کچھ نہیں ہے۔

باقی ”داستان گو“ صاحب نے جو بار بار تکرار کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ”ان شیعان علی“ نے کبھی حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے لڑوا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہ سے جا لڑایا، سو محض لغو ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگیں بغاوت کو فرو کرنے کے لیے کی تھیں وہ امام اشد تھے انہوں نے جو جہاد کیا ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں کیا ہے، حضرت طلحہ حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو غلط فہمی ہوئی، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائل کیا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اسی وقت میدان مصافحہ سے اپنی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور لشکر سے نکل کر چل دیے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جو ان کو جاتے دیکھا تو یہی فوراً میدان جنگ سے ہٹنے لگے، لیکن مروان نے ان کو جاتے دیکھ کر ان کے گھٹنے میں ایسا تیر مارا کہ ان کا کام تمام ہو گیا، تاہم ان میں ابھی زندگی کی رمت باقی تھی کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شکری کے ہاتھ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جیت کر کے اپنی جان جانی آفرین کے سپرد کر دی، رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو جنگ جمل میں اپنے شریک ہو جانے پر اس قدر رونا کر تی تھیں کہ آپ کا دوپٹہ تر ہو جاتا تھا، یہ سب باتیں کتب احادیث میں مقرر ہیں، صفین میں جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابل ہوئے ان کے بارے میں احادیث متواترہ میں: ”فئة بائغة“ کے الفاظ آتے ہیں، جس کے معنی باغی جماعت کے ہیں، غرض جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کی وہ یا تو غلط فہمی کی وجہ سے کی جیسے کہ اہل حل تھے یا پھر ان سے والہ یا نادانانہ طور پر غلطی ہوئی جیسے کہ ”بغاة شام“ بہر حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام جنگوں میں برسرِ حق تھے اور ان کے مخالفین خطا پر، پھر اس میں یہ تاثر دینا کہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ اپنے شیعیان کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے تھے، ناصبیوں کی محض کواس ہے۔ عافظ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں۔

ولو قدح رجل فی علی بن ابی طالب
بائتہ قاتل معاویۃ و اصحابہ و
قاتل طلحۃ و الزبیر لقیل لہ علی
بن ابی طالب افضل و اولی
بالعلم و العدل من الذین
قاتلوه فلا يجوز ان یحمل
الذین قاتلوه هم العادیین
و هو ظالم لہم۔
(منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام
التیثم و القدریج ۳- ص ۱۹۰
طبع مصر ۱۳۲۲ھ)

اگر کوئی شخص حضرت علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں قبح کرنے
لگے کہ انہوں نے معاویہ اور ان کے اصحاب
سے قتال کیا اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی
اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی جنگ کی تو اس
سے کہا جائے گا کہ علی بن ابی طالب رضی
اللہ عنہ علم اور عدل کے اعتبار سے انی ہم
لوگوں سے جوان سے برسرِ جنگ ہوئے
افضل و اعلیٰ تھے، لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ
جنہوں نے حضرت علی سے قتال کیا، بس
وہی عادل ٹھہریں اور حضرت علی ظالم۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۃ شتا عشریہ میں فرماتے ہیں۔

وہیں است مذہب اہل سنت کہ حضرت
امیر و مقالات خود برحق بود و مصیب
و مخالفان او بر غیر حق و مخطی۔
(ص ۱۹ طبع نول کشور کھنوز ۱۳۲۵ھ)

اور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ حضرت
امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اپنی جگہوں میں حق
پر تھے اور مصواب پر اور آپ کے مخالف
ناحق پر اور خطا کار۔

ناصری جو چاہیں کہتے رہیں، حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس دور میں حضرت علی
کرم اللہ وجہہ اور ان کا گروہ اس امت کے بہترین افراد میں تھے، چنانچہ صحیحین میں خروج
کے سلسلہ میں جو حدیث وارد ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

وینخرجون علی خیر فرقہ من الناس یہ خارجی ان لوگوں کے خلاف انھیں گے
 قال ابوسعید اشہد انی سمعت جوسب سے بہتر جماعت ہوگی، ابوسعید خدری
 هذا الحدیث من رسول اللہ صلی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں
 علیہ وسلم و اشہد ان علی بن ابی کہیں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 طالب قاتلہم وانا معہ۔ کی زبان مبارک سے سنا ہے اور یہ بھی گواہی دیتا
 (مشکوۃ المصابیح باب فی المہجرات ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے
 الفصل الاول ص ۵۳۵) ان سے جہاد کیا اور میں بھی اس جہاد میں آپ کے ہمراہ تھا

حضرت حسن کے بارے میں اقتراب پر دازی

(۲۳)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جن خیالات کا "داستان گو" نے اظہار کیا ہے وہ بھی صحیح
 نہیں، حافظ ابن حزم ظاہری نے الفہر فی الملل والہو والاعمال میں تصریح کی ہے کہ
 ومع الحسن ازید من حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ ایک لاکھ سے
 مائۃ الف عنان یحولون۔ زائد ایسے ہتھیار تھے جو آپ کے آگے جان فدا
 دینے (ج-۴ ص ۱۰۵) کرنے کو تیار تھے۔

اور اسی لیے حافظ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" میں اس حدیث شریف کے ذیل
 میں جس میں یہ مذکور ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار خطبہ دے رہے تھے اسی
 آثار میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آگئے تو آپ نے ان کو دیکھ کر برسرِ منبر
 ارشاد فرمایا

انی هذا سید، ولعل اللہ ان میرا یہ چٹا "سید" ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ
 یصلہ بہ بین فئتين من المسلمین اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح
 کرادے گا۔ (ج-۱۳ ص ۵۷)

اس حدیث کے فوائد کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وفي هذه القصة من اس واقعہ میں جو فوائد میں ان میں ایک تو حضور علیہ
الغوائد، علم من اعلام الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی نشانی ہے ذکر آب
النبوة، ومنقبة للحسن بن کی پیشین گوئی کا ظہور ہوا، دوسرے حضرت حسن
علی فانہ ترک الملک لا لقلۃ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منقبت معلوم
ولا لذلة ولا لعلۃ بل ہوئی کہ آپ بذریعہ کسی قسم کی کمی یا کسی طرح کی ذلت
لرغبة فیما عند اللہ، لا راہ کے یا کسی نوع کی علت کے، خالصتہً لوجہ اللہ
من حقن دماء المسلمين سلطنت سے دستبردار ہو گئے کیونکہ آپ نے
فرائی امر الدین ومصلیہ محسوس کیا کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کی خون
الامۃ۔ ریزی سے بچ جائیں گے، لہذا آپ نے

(ج-۱۳۰ ص ۵۷)

دین اور مصلحت امت کی رعایت فرمائی۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب مہادیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت
باوجود باغی ہونے کے زمرہ مسلمین سے خارج نہ تھے، جیسا کہ خوارج یا روافض کا خیال
ہے یہ بھی واضح رہے کہ حضرات اہل السنۃ والجماعۃ روافض کی طرح کہ وہ اپنے ائمہ کو
معصوم سمجھتے ہیں کسی امتی کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ کسی صحابی سے بھی اگر کوئی غلطی ہو
جائے تو وہ غلطی کو غلط ہی کہتے ہیں اور ان کی اسلامی خدمات اور شرف صحابیت کی
بنام پران کے احترام میں کوئی کمی نہیں کرتے۔

جن لوگوں نے حضرت علی سے جنگ کی انکے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

علامہ ابن علی مہریری نے اپنی مشہور تصنیف "الخط والاثار" میں اہل سنت کے عقائد کے
ترجمان امام ابو الحسن اشعری کا جو عقیدہ اس باب میں نقل کیا ہے اور جس پر تمام
اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے وہ یہ ہے۔

والائمة مترتبون فی الفضل ترتبهم فی الامامة، ولا
 اقول فی عائشة وطلحة والزبیر رفع پر فائز ہوئے اور حضرات عائشہ وطلحہ و زبیر رضی
 رضی اللہ عنہم الا اللہ عنہم کے بارے میں میں اس کے سوا کچھ نہیں
 انہم رجعوا عن الخطأ، کہہ سکتا کہ ان حضرات نے اپنی خطا سے رجوع کر
 و اقول ان طلحة والزبیر جمل میں شرکت کی بنا پر واقع ہوئی تھی، رجوع کر
 من الشرة المبشرين یا تھا اور میں اس کا قائل ہوں کہ حضرت طلحہ و
 بالجنة، و اقول فی زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دس حضرات میں سے
 معاویہ و عمرو بن العاص تھے کہ جن کو چاہیے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 انہما نبیا علی الامام جنت کی بشارت دی تھی اور میں معاویہ اور عمرو بن
 الحق علی بن ابی طالب عاص کے بارے میں یہی کہتا ہوں کہ ان دونوں
 رضی اللہ عنہم فقاتلہم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے
 مقاتلة اهل البقی و خلاف بغاوت کی تھی جو علیہم بر جاتی تھے لہذا حضرت
 اقول ان اهل النهروان امیر المؤمنین نے ان سے اسی طرح جنگ کی
 الشرة هم المارقون من الدين جس طرح باغیوں سے کرنی چاہیے اور میں یہ بھی
 وان علیا رضی اللہ عنہ کہتا ہوں کہ اہل نہروان جو اس امر کے معنی تھے
 حان علی الحق کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے آپ کو
 فی جمیع احوالہ، و بیچ دیا ہے وہ دراصل دین سے فراری تھے
 الحق معہ حیث داس اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تمام حالات
 میں حق پر تھے اور آپ نے جو قدم بھی اٹھایا حق
 (ج ۲ ص ۲۶۰ طبع دہلاق مصر ۱۲۶۰ھ)

آپ کے ساتھ تھا۔

نواصبِ قتیہ سے باز آئیں

انوس ہے کہ ”مجلس عثمانی غنی“ کے نامیبوں نے سچ کو اپنا شمار بنانے کی بجائے دھنس کی اتباع کو پسند کیا اور جھوٹ اور نفاق کو اپنا شمار بنایا، یہ دونوں کتا پچھے ۱۱، شہادت عثمان غنی کیوں اور کیسے (۲)، داستانِ کربلا، ”کذب کا مرقع“ ہیں، نفاق تو ظاہر ہے کہ خود کو اہل سنت والجماعت ظاہر کرتے ہیں، ان کی مسجدوں میں امام بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ شخصی آزادی کے اس دور میں ان کو قتیہ کی چادر اپنے سر پر ڈالنے کی ضرورت نہیں صاف کھل کر کہنا چاہیے کہ ہم یزید و مروان کی امامت کے قائل ہیں، یزید کو حسین سے، مروان کو عبداللہ بن زبیر سے اور معاویہ کو علی مرتضیٰ سے افضل مانتے ہیں، ہمارے نزدیک علی و حسین رضی اللہ عنہما پسندیدہ شخصیتیں نہیں، اس لیے ہم ان پر طعن و تلیع کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، جس طرح زوہد افضل کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم برتر کرنے کا حق ہے، اسی طرح علی و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان حضرات ثلاثہ برتر کرنے کا ہم کو بھی حق ہے، ہم نے علی دال علی کے بغض و عناد کا جھنڈا نصب کر رکھا ہے، اس لیے ہم ”یامسی“ میں تاریخ میں ناصیوں کا یہ لقب پہلے سے موجود ہے اس میں ذرا شرانے اور بھگنے کی کوئی بات نہیں جرات کی ضرورت ہے، علانیہ کہنا چاہیے کہ مروان الحمار کے قتل پر جب مشرق سے اموی حکومت کا جنازہ نکل گیا تھا تو اس کتب لکھ کے لوگ ختم ہو گئے تھے، لیکن اب پھر بارہ سو برس کے بعد اسی مروان الحمار کی یاد گار ہم لوگ بھی ہیں جو محمود احمد عباسی کی تحقیقات سے متاثر ہو کر اس کو اپنا ”امام و شیخ الاسلام“ سمجھتے ہوئے اس کتب فکر سے وابستہ ہو گئے ہیں، لہذا ہمیں اسی نام سے جاننا اور پہچاننا چاہیے، اگر ان ناصیوں نے ایسا ہی کیا اور جرات کے ساتھ برلا اپنے نقص کا اظہار کر دیا تو وہ اس نفاق سے بچ جائیں گے جس میں فی الحال وہ مبتلا ہیں اور مسلمان بھی ان کا اصلی چہرہ پہچان لیں گے۔

یزید کے کرتوت حدیث کی روشنی میں

اب ہم اخیر میں شکوۃ شریف کی اس حدیث پر اپنی تنقید کو ختم کرتے ہیں جو "باب الایمان بالقدر" کی فصل ثانی میں باریں الفاظ مرقوم ہے۔

من علثۃ رضی اللہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
تعالیٰ عنہا قالت قال سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ چھ آدمی ہیں جن پر میں
علیہ وسلم ستۃ لعنہم نے بھی لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی
ولعنہم اللہ وکل نبی اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے (یہ چھ شخص
یحجاب، الرائد فی کتاب یہ ہیں) اول وہ کہ جو کتاب اللہ میں زیادتی کرے،
اللہ، والمکذب بقدر اللہ دوسرے وہ جو تقدیر الہی کا منکر ہو، قیسرے وہ جو
والمستط بالجبوت لیمن جبر و ظلم سے مخلوق خدا پر مسلط ہو جائے تاکہ جس
من اذله اللہ و یذل کو اللہ تعالیٰ نے ذلت دی ہے اسے عزت بخشنے
من اعزه اللہ والمستحل اور جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسے فیصل
لحرم اللہ والمستحل من کرے، چوتھے وہ جو اللہ تعالیٰ کے حرم پاک کو
عترتی ما حرم اللہ بے حرمت کرے، پانچویں وہ جو میری عزت کی اس
والتارک لسنی رواہ حرمت کو خاک میں ملائے ہو اللہ نے بھی بے تحیہ وہ
البیہقی فی المدخل وریز جو میری سنت کا تاکہ ہو اس حدیث کو امام بیہقی نے
فی کتابہ۔

الذیل میں احمد محدث عین جہد ہی نے یہی

کتاب میں روایت کیا ہے۔

(ص ۲۲)

اس حدیث کی روشنی میں اب ذرا یزید کی زندگی پر نظر ڈالیے آپ کو معلوم ہو گا کہ

اس میں بہت سی لاشی باقیں جمع ہو گئی تھیں۔

(۱) اس کا فاسق و فاجر اور تارک سنت ہونا تو بہت واضح ثابت ہے جس طرح رستم کی شجاعت، حاتم کی سخاوت مشہور ہے اس سے زیادہ یزید کا ظلم و ستم اور اس کا فسق و فجور مشہور ہے۔

(۲) وہ جبر و زبردستی سے حکومت پر مسلط ہو گیا تھا، اس نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک خلعت کو ذلیل کیا اور ناحق ان کا خون بہایا۔

(۳) اس نے نہ صرف حرم کعبہ کی بے حرمتی کی اور اس پر فوج کشی کی، بلکہ حرم نبوی کو بھی تین دن کے لیے اپنی فوج کے لیے بالکل حلال کر دیا کہ وہ جو چاہے وہاں کرے، چنانچہ یزیدی لشکر نے تین دن تک حرم نبوی میں وہ فساد مچایا کہ پناہ نہ تھا، سینکڑوں صحابہ و تابعین کے علاوہ اولاد و انصار و ہاجرین کا ناحق قتل عام ہوا، لوٹ مار اور قتل و غارت گاہیہ عالم تھا کہ تین دن تک مسجد نبوی میں کوئی ناز نہ ہو سکی، چنانچہ مشکوٰۃ ہی میں ”باب الکرامات“ میں منقول ہے۔

و عن سید بن عبد المیز قال
لما كان ايام الحرّة لم يؤذن
في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم
ثلاثاً ولم يُقَمَّ - ولم يبرح
سید بن السیب السجد و حان
لا يعرف وقت الصلوة الا
بمهمة يسميها من قبر
النبي صلى الله عليه وسلم -

حضرت سید بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ
فترتہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں تین دن
تک نہ اذان ہوئی نہ قیامت۔ پس اکیلے حضرت
سید بن السیب تھے جو مسجد ہی میں رہتے
یہ بھی ناز کا وقت نہیں پہنچتے تھے کہ کس
ہلکی سی آواز سے جو قبر نبوی (علیہ السلام)
الصلوة والسلام سے وہ سنا کرتے تھے
اس روایت کو امام دارمی نے نقل
کیا ہے۔

نواہ الدارمی (ص ۵۴۵)

(۳) اور عزت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کو جس طرح اس نے خاک

میں لایا وہ تو زبان زد خاص و عام ہے یہی وجہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ان کی شہرہ و معروف کتاب "تاریخ الخلفاء" میں کربلاء کے حادثہ فاجعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں۔

لعن اللہ قاتله و ابن زیاد اللہ تعالیٰ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
معه و یزید ایضاً کے قاتل پر لعنت کرے اور اسی کے ساتھ ابن
(ص ۸۰ طبع سینیہ ۱۳۳۵ھ)
زیاد پر اور یزید پر بھی۔

و دعا ہے کہ حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہماری اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ایمان کے ساتھ اہل بیت و صحابہ کرام کی محبت ہر ہمارا خاتمہ فرمائیے، آمین یا رب العالمین۔

الہی بختی بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کم خاتمہ

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات، ربنا ثقل منا انک انت
السمیع العلیہ و تب علینا انک انت التواب الرحیم
محمد عبد الرشید نعمانی

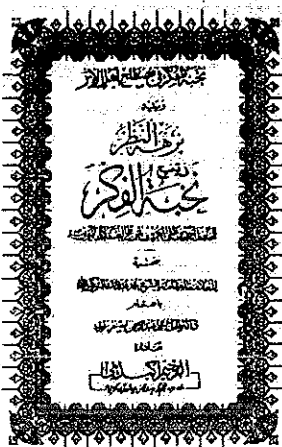
پانچ شب ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

حراج المشاء

ناشر: محمد عبدالعظیم مظفر لطیف

وقت عصر منہم اہم زیست ۱۳۹۵
ماہ غیبہ الکریم

بایں وفات عم حاتم حافظ عبد الکریم صاحب بیوی مردم
۱۱ شعبان ۱۳۹۵ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۷۶ء



التحصيل في شرح ابن عقيل

تأليف العلامة الفقيه المصنف
للوفاء في سنة ٦٩٨ والوفاء في سنة ٦٩٩ من الهجرة

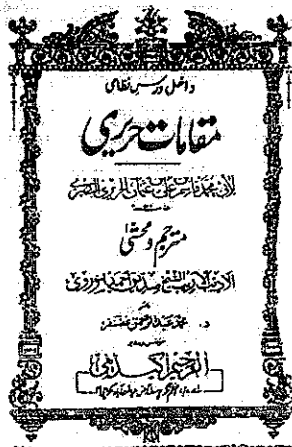
الجزء الأول

الناشر

دار الفقه الإسلامي

الطبعة الأولى: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثانية: ١٤١٠ هـ



مقاصد حجري

تأليف العلامة الفقيه المصنف

الجزء الأول

الناشر

دار الفقه الإسلامي

الطبعة الأولى: ١٤١٠ هـ



رسالة الفقه

تأليف العلامة الفقيه المصنف

الجزء الأول

الناشر

دار الفقه الإسلامي

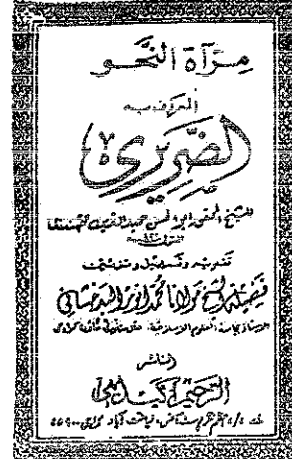
الطبعة الأولى: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثانية: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثالثة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الرابعة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الخامسة: ١٤١٠ هـ



مقاصد الحجري

تأليف العلامة الفقيه المصنف

الجزء الأول

الناشر

دار الفقه الإسلامي

الطبعة الأولى: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثانية: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثالثة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الرابعة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الخامسة: ١٤١٠ هـ

هداية النحوي

تأليف العلامة الفقيه المصنف

الجزء الأول

الناشر

دار الفقه الإسلامي

الطبعة الأولى: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثانية: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثالثة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الرابعة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الخامسة: ١٤١٠ هـ

الاجازة في الفقه

تأليف العلامة الفقيه المصنف

الجزء الأول

الناشر

دار الفقه الإسلامي

الطبعة الأولى: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثانية: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثالثة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الرابعة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الخامسة: ١٤١٠ هـ

الكافية

تأليف العلامة الفقيه المصنف

الجزء الأول

الناشر

دار الفقه الإسلامي

الطبعة الأولى: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثانية: ١٤١٠ هـ

الطبعة الثالثة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الرابعة: ١٤١٠ هـ

الطبعة الخامسة: ١٤١٠ هـ

مطبوعات الزعيم الكاشغري

١ تفسير يعقوب حنظل

سورة فاتحة الكتاب

تفسير يعقوب حنظل

اسرار

تفسير يعقوب حنظل

٢ الإنصاف والبرهان

تأليف المحدث تكملة التكملة
جمال الدين يوسف بن فرعون عبد الله السنداءى
تأليف العلامة الطائفة الشافعية
الآلئ المتنوعة والزوايا المرجوعة
مفتي رشيد مقدس

٣ محبة الفكر ومصطفي أهل الأثر

تأليف حافظ محمد بن علي
مفتي رشيد مقدس
مولانا محمد رشيد

٥ مقامات حريري

تأليف ابو محمد قاسم
مولانا محمد رشيد
شيخ الادب والفقه

٦ المدخل في أصول الحديث

تأليف ابو محمد رشيد
مولانا محمد رشيد
شيخ الادب والفقه

٧ أحوال السيرة النبوية

تأليف الامام تقي الدين محمد بن تقي
تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد

٨ كتاب الادب والبيان

تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد

٩ الشبان في آداب حملة القرآن

تأليف امام جليل
تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد

١٠ اربعين النووى

تأليف الامام جليل
تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد

١١ مقالات نعماني

تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى

١٢ هداية النحوي

تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى

١٣ الكافية في النحو

تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى

١٤ تحقيق الرؤيا

تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى

١٥ منبته الاملي

تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى

١٦ رسالة في حنيفة

تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى

١٧ رسالة في حنيفة

تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى

١٨ رسالة في حنيفة

تأليف العلامة الصغرى
تأليف العلامة ابو محمد رشيد
تأليف العلامة الصغرى

اسماعيل بن يونس